باسمہٖ تعالیٰ

علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر ۱

تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ

یعنی

تحریری اور زبردستی طلاق

کی تحقیق

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

باسمہٖ تعالیٰ

علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر(۱)

تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ

یعنی

تحریری اور زبردستی طلاق کی تحقیق

مکرَہ کی طلاق کے تلفظاً وکتابۃً وقوع وعدمِ وقوع اور بیوی کے سامنے موجود ہونے کی صورت میں طلاق بالکتابۃ واقع ہونے نہ ہونے کی تحقیق پر ادارہ غفران کا تفصیلی فتویٰ۔دارالعلوم کراچی کی رائے۔طلاق الہازل بالکتابۃ پر دارالعلوم کراچی کا فتویٰ۔دیگر اہلِ علم حضرات کی آراء اور تبصرے

مرتب

مفتی محمد رضوان

مطبوعہ: ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی۔فون 051-5507530

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فہرست مضامین

شمار نمبر		صفحہ نمبر
۱	تمہید	۵
۲	علمی وتحقیقی سلسلہ کا اجراء	۶
۳	تحقیق طلاق بالکتابة والاکراہ یعنی تحریری اور زبردستی طلاق کی تحقیق	۹
۴	الاستفتاء:	//
۵	مجلسِ مذاکرہ ادارہ غفران راولپنڈی کی تحقیق	۱۰
۶	الجواب:	//
۷	بحث: طلاق المکرہ باللسان	//
۸	هل یجوز الافتاء فی هذه المسئلة علٰی مذهب الغیر؟	۱۱
۹	بحث: الطلاق بالکتابة للزوجة المخاطبة	۱۲
۱۰	الفوائدالحاصلة من العبارات المذکورة:	۱۹
۱۱	ازالة الشبهة	۲۰
۱۲	هل حجیة الکتابةمطلقاام عند الضرورة فقط؟	۲۳
۱۳	بحث: طلاق المکرَہ بالکتابة، والاکراهُ الملجی وغیر الملجی	۲۵
۱۴	التصویب عن دارالافتاء دارالعلوم کراچی	۲۸
۱۵	طلاق الهازل بالکتابۃ (فتویٰ: دارالعلوم کراچی)	//
۱۶	(استفتاء)	//
۱۷	الجواب حامداً ومصلیاً:	۲۹
۱۸	اہلِ علم حضرات کی آراء	۳۳

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تمہید

ادارہ غفران ،راولپنڈی کی طرف سے جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ/ جولائی ۲۰۰۵ء کو علمی وتحقیقی سلسلہ کے عنوان سے ایک رسالے کا اجراء کیا گیا تھا،جس کا مقصد مخصوص اہلِ علم حضرات کی آراء نقد ونظر،تصویب وتصدیق اور تنقیح وتحقیق کی روشنی میں باہم افادہ واستفادہ کرنا تھا۔

اس سلسلہ کے تحت اب تک کئی تحقیقات بحمداللہ تعالیٰ شائع ہوچکی ہیں۔

زیرِنظر موضوع،تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ کے نام سے اس سلسلہ کے پہلے شمارہ میں شائع ہوا تھا،جس کی اشاعت کے بعد مختلف اہلِ علم حضرات کی اس موضوع پر آراء موصول ہوئیں،موجودہ ایڈیشن میں اس پہلے شمارہ کا مضمون مع تمہید کے اور اس مضمون پر موصول ہونے والی آراء وتبصروں اور نقدوجرح کو رسالہ ھذا کے ساتھ ضمیمہ کے طور پر اہلِ علم حضرات کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔

محمد رضوان ۲/ ۵/ ۱۴۲۸ھ،ادارہ غفران راولپنڈی

مفتی محمد رضوان

علمی و تحقیقی سلسلہ کا اجراء

مدتِ دراز سے محسوس کیا جارہا تھا کہ اہلِ علم خصوصاً فقہی و تحقیقی ذوق رکھنے والے حضرات کے لئے ایک ایسے رسالہ کا اجراء ہونا چاہئے جو خالص علمی و فقہی اور تحقیقی بنیادوں پر مبنی ہو، اور اس کا دائرہ صرف علمی حلقہ تک محدود رکھا جائے، تاکہ علمی، فقہی اور تحقیقی حوالہ سے کُھل کر بات کی جاسکے۔

ایسی بحثیں جو خالص علمی، فقہی اور تحقیقی انداز کی ہوتی ہیں، ان کی عام رسائل و مجلّات میں اشاعت سے اگرچہ مخصوص علمی طبقہ کو تو کچھ فائدہ ہوجاتا ہو، لیکن عوام الناس کی ذہنی سطح سے یا تو وہ بحثیں بالاتر ہوتی ہیں، یا پھر نااہل لوگوں تک ان بحثوں کے پہنچنے سے کئی قسم کے مفاسد اور فتنے پیدا ہوتے ہیں، اور اسی کا نتیجہ پھر یہ ہوتا ہے کہ کم علم اور نااہل لوگ خالص فقہی اور علمی مسئلوں کو تختۂ مشق بنا کر اپنی خواہشات کی تسکین کرتے ہیں۔

آج کل ویسے بھی عموماً فقہی و علمی انداز کی بحثوں میں دلچسپی کا ذوق اس لئے روز بروز ختم ہوتا جارہا ہے کہ مسابقت اور تشجیع کی صورتیں تقریباً معدوم ہوگئی ہیں، جب تک کسی مکتب، مدرسہ یا جامعہ کا کوئی اصطلاحی طالبِ علم ہوتا ہے، اس وقت تک تو تعلیمی کارکردگی پر تشجیع اور انعامات کا کچھ سلسلہ قائم رہتا ہے، لیکن اصطلاحی طالبِ علمی کی فہرست سے نکلنے کے بعد پھر خواہ کوئی کتنی ہی عرق ریزی اور انتھک محنت کے ساتھ کوئی علمی، فقہی اور تحقیقی کام کرے اس کی حوصلہ افزائی کا کوئی خاطر خواہ اہتمام نہیں کیا جاتا، اس وجہ سے اولاً تو علمی ذوق رکھنے والے طلبہ وعلماء اس کام کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اور ہوتے بھی ہیں تو ان کے اس کام کی اشاعت اور دوسروں کے لئے افادہ واستفادہ کا کوئی خاص نظم نہیں ہوتا۔

مختلف دارالافتاؤں کی ذمہ داری سے منسلک بہت بڑا طبقہ وہ ہے جس کی زندگی کی قیمتی قیمتی ان تحقیقات کا دائرہ جن کی پوری قوم کو ضرورت تھی ایک مستفتی تک محدود ہوکر رہ جاتا ہے، ان کی اشاعت تو دور کی بات ہے، حفاظت کا بھی کوئی انتظام نہیں ہوتا۔

ہر دور کے فقہاء وعلماء کی ذمہ داریوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے میدان کے دوسرے اہلِ علم

حضرات کی آراء سے آگاہی کا اہتمام کریں، ہر مفتی کا اہم مسائل اور خصوصاً حوادث الفتاویٰ سے متعلق الگ الگ بیٹھ کر اپنی رائے قائم کر دینا اور پھر اس کو عوام میں جاری کر دینا بہت نقصان دہ ہے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سے بعض ایسے سوالات بھی کئے گئے جن کا جواب آپ ﷺ کو معلوم نہیں تھا چنانچہ آپ ﷺ نے اُن کے جواب میں توقف فرمایا اور حضرت جبریل علیہ السلام سے اُن کا جواب طلب فرمایا، مگر حضرت جبریل علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جواب لئے بغیر اپنی طرف سے جواب دینے کی جرأت نہیں فرماسکے، ایسے ہی ایک واقعہ کے ضمن میں حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شارحِ مشکوٰۃ ''علامہ طیبی رحمہ اللہ'' کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

ان من استفتی عن مسئلة لایعلمها فعلیه ان لایجعل فی الافتاء ولایستنکف عن الاستفتاء عمن هو اعلم ولایبادر الی الاجتهاد مالم یضطر الیه فان ذلک من سنة رسول الله ﷺ وسنة جبریل علیه السلام.

''جس مفتی سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا جائے جس کا جواب وہ جانتا نہیں ہے تو اس کا فرض ہے کہ نہ وہ فتویٰ دینے میں عجلت کرے اور نہ اپنے سے بڑے عالم سے پوچھنے میں شرمائے اور جب تک بالکل اضطراری کی سی کیفیت پیش نہ آجائے اجتہاد کی ہمت نہ کرے کیونکہ آنحضرت ﷺ اور حضرت جبریل علیہ السلام کا طریقہ یہی تھا''

گویا مفتی کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ اولاً نص کی تلاش کرے اور اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہونے دے اگر اسے کوئی نص نہ مل سکے تو کسی بڑے عالم یا مفتی سے دریافت کرلے، پوچھنے میں ننگ وعار سے کام نہ لے اور جب تک قابلِ اطمینان طور پر جواب مل نہ جائے، بغیر علم غلط، صحیح جو جی میں آئے جواب دینے کی کوشش نہ کرے اور یہ کہ مسائل میں اجتہاد اس وقت کیا جائے جب صراحتاً کوئی آیت یا حدیث یا کوئی قولِ صحابہ نہ مل سکے (بحوالہ مقدمہ فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ص ۶۳)

ایسے بے شمار واقعات کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک مفتی صاحب نے کسی مسئلہ پر تحقیق کر کے کوئی

رائے قائم کرلی اور پھر اس کے مطابق تحریری وتقریری طور پر تبلیغ بھی شروع کردی اور اس کے مقابلہ میں دوسرے صاحب نے بھی یہی طرزِ عمل اختیار کیا، مدتِ دراز تک ایک دوسرے کی تحقیقات سے دونوں بے خبر رہے، لیکن ایک مدت بعد جب ایک دوسرے کی رائے سے آگاہ ہونے کا موقع ملا تو رائے تبدیل ہوگئی اور اپنی سابقہ رائے سے رجوع کرلیا گیا، لیکن مدتِ دراز تک عوامُ الناس میں جس چیز کی تبلیغ کی جاتی رہی ہو ظاہر ہے کہ اس کی تلافی آناً فاناً ہونا کوئی آسان کام نہیں، دوسری طرف عوامُ الناس کے مزاجوں میں اس درجہ کا تدیّن عام طور پر نہیں رہا کہ وہ مدتِ دراز کے بعد رجوع کرلینے پر آسانی سے اپنا مؤقف تبدیل کرلیں۔

اس وقت جو فضا علمی حلقہ کی طرف سے تشتت، انتشار و تفرق کی قائم ہے اس کی وجہ سے اب مسلکِ حَقّہ کے تحفظ کے لئے روز بروز مشکلات میں اضافہ ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

خصوصاً فقہ کے ساتھ جو ہر کس و ناکس کی طرف سے بے باکانہ انداز سامنے آرہا ہے اس سے لگتا ہے کہ سب سے زیادہ ظلم اس فقہ کے شعبہ کے ساتھ ہی ہو رہا ہے۔

ان حالات میں ضرورت تھی کہ اہلِ علم بطورِ خاص فقہی ذوق رکھنے والے حضرات کا کوئی اجتماعی ادارہ ہوتا جو ان فتنوں کا سدِّ باب کرتا لیکن بدقسمتی کی وجہ سے اس سے تو محرومی رہی، اب ''مَالَایُدْرَکُ کُلُّهٗ لَایُتْرَکُ کُلُّهٗ'' کے قاعدہ کے تحت جس کے اختیار اور وسعت میں جتنا کچھ ہو اس میں اسے کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔

یہ دعویٰ تو ہرگز بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس ضرورت کی پورے طریقہ سے تلافی ایک مختصر اور چھوٹے سے رسالہ سے ہوسکتی ہے، لیکن یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اس ضرورت کو حاصل کرنے کے لئے یہ ''علمی و تحقیقی سلسلہ'' بارش کا پہلا قطرہ ہے۔

اللہ کرے کہ اہلِ علم حضرات اس سلسلہ میں کم از کم اپنی علمی صلاحیتوں کو استعمال کرکے ایک خلا کو پُر کرنے میں میں مدد کریں، اور علمی و تحقیقی کام میں ایک دوسرے کی معاونت اور رفاقت کی طرف متوجہ ہوں۔

ادارہ غفران راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کی طرف سے علمی و تحقیقی سلسلہ کی یہ پہلی کڑی ہے جو آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہے.................۴/۵/۱۴۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ

یعنی

تحریری اورزبردستی طلاق کی تحقیق

الاستفتاء:

﴿**الف**﴾......مکرَہ کی طلاق تلفظاً واقع ہوتی ہے یانہیں؟

﴿**ب**﴾......بیوی سامنے موجود ہےتو اس پر طلاق بالکتابت (بجائے زبان سے دینے کے) واقع ہوجائے گی یانہیں اگر واقع نہیں ہوتی تو اس کی کیا وجہ ہے۔فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص۵۹۳و۶۱۶ کے سوال وجواب کے مطابق بیوی سامنے موجود ہوتو طلاق بالکتابۃ کا اعتبار نہیں جس میں شامی مسائل شتیٰ اورشرح حموی کی عبارات سے استدلال کیا گیا ہے،اورحاجت کے مفہوم سے ظاہر ہورہا ہے کہ جب بیوی سامنے ہو اورزبان سے طلاق دینے پر قدرت ہوتو تحریر بلاضرورت وحاجت ہے لہٰذا ناقابل اعتبار ہے۔اس پرغور کی ضرورت ہے؟

﴿**ج**﴾......مکرہ کی طلاق بالکتابت واقع ہوتی ہے یانہیں،کیااس کے حق میں بیوی کےسامنے ہونے یانہ ہونے سے فرق پڑے گایانہیں؟

﴿**د**﴾......طلاق بالکتابت میں اکراہِ ملجی یاغیرملجی سے فرق پڑے گایانہیں؟

مجلسِ مذاکرہ ادارہ غفران راولپنڈی کی تحقیق

ادارہ غفران راولپنڈی میں مندرجہ بالا مسئلہ پر اجتماعی انداز میں غور وفکر ہوا۔

جس میں مندرجہ ذیل احباب شریک ہوئے:

(۱) مفتی شکیل احمد صاحب (۲) مفتی محمد رضوان صاحب (۳) مفتی عبداللہ صاحب

(۴) مفتی محمد یونس صاحب (۵) مفتی ریاض محمد صاحب (۶) مفتی عبدالکریم صاحب

(۷) مفتی شاکر صاحب (۸) مفتی محمد امجد صاحب (۹) مفتی مقبول الرحمٰن صاحب۔

شرکاءِ مجلس غور وفکر کرنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچے، اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:

بحث: طلاق المکرہ باللسان

﴿الف﴾...... عاقل بالغ شوہر اگر حالتِ اکراہ میں اپنی بیوی کو تلفظاً طلاق دے تو طلاق واقع ہوجاتی ہے (خواہ بیوی سامنے موجود ہو یا موجود نہ ہو، تاہم بیوی کی طرف طلاق کی اضافت صراحتاً یا دلالۃً ضروری ہے) وجہ یہ ہے کہ بیان میں کلام حجتِ اصلیہ ہے۔ اور صریح طلاق میں تلفُّظ کافی ہے، خواہ رضاء ہو یا نہ ہو، فقہاء کرام نے بھی حالت اکراہ میں تلفظاً طلاق کے وقوع کو علی الاطلاق (بیوی کے سامنے ہونے نہ ہونے کی تفصیل کے بغیر) معتبر مانا اور اس کو حالت رضاء کی طرح نافذ قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۱ تا ۷ اور عبارت نمبر ۱۸ کا یہ جملہ ''لان الاصل فی البیان ھو الکلام لانہ وضع لہ'')

﴿۱﴾...... وھو کونہ یشترط فیہ الرضاء ومع الاکراہ لایوجد الرضاء فاما العتق والطلاق فلایشترط فیھما الرضاء فیقع الاتری ان العتق والطلاق یقعان مع الھزل لعدم اشتراط الرضاء فیھما (بحر ج ۸ ص ۷۵)

﴿۲﴾...... (قولہ) ولو مکرھا، ای (یقع الطلاق . ناقل) ولو کان الزوج مکرھا علی انشاء الطلاق لفظاً (بحر ج ۳ ص ۲۴۵)

﴿۳﴾...... وفی البحران المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق، فلو اکرہ علی

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ان يكتب طلاق امرأته فكتب لاتطلق لان الكتابة اقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولاحاجة هنا كذافى الخانية (شامى ج ٣ ص ٢٣٦)

﴿۴﴾......فى حاشية الطحطاوى على الدر: والاصل عندنا ان كل مايصح مع الهزل يصح مع الاكراه لان مايصح مع الهزل لايحتمل الفسخ وكل مالايحتمل الفسخ لايوثرفيه الاكراه (طحطاوى على الدر ج٢ ص١٠٦)

﴿۵﴾......فامااذاكان على التصرفات الشرعية فنقول وبالله التوفيق التصرفات الشرعيةفى الاصل نوعان انشاء واقرار والانشاء نوعان نوع لايحتمل الفسخ ونوع يحتمله اماالذى لايحتمل الفسخ فالطلاق والعتاق والرجعة والنكاح واليمين والنذروالايلاء والفىء فى الايلاء والتدبير والعفوعن القصاص وهذه التصرفات جائزة مع الاكراه عندنا وعندالشافعى رحمه الله لاتجوز (البدائع الصنائع ج ٧ ص ١٨٢ كتاب الاكراه)

﴿۶﴾...... فعلم ان لاتاثير للاكراه فى نفى الحكم المتعلق بمجرداللفظ عن اختيار بخلاف البيع لان حكمه يتعلق باللفظ ومايقوم مقامه مع الرضاء وهومنتف بالاكراه (كشف الاستار على هامش الدرالمختار ج ١ ص ٢١٧)(كذا فى فتح القدير ج ٣ ص ٣۴۴)

﴿۷﴾...... الاكراه لا ينافى الاهلية على مابينا وعدم صحة بعض الاحكام كالبيع والاجارة والاقارير لمعنى راجع الى التصرف وهو كونه يشترط فيه الرضاء ومع الاكراه لايوجدالرضاء فاماالعتق والطلاق فلايشترط فيهما الرضاء فيقع الاترىٰ انهما يقعان مع الهزل لعدم اشتراط الرضاء فيهمابخلاف البيع واخواته (حاشيه كنزالدقائق ص ٣٨٧ كتاب الاكراه)

هل يجوز الافتاء فى هذه المسئلة علىٰ مذهب الغير؟

اس سلسلہ میں بعض حضرات کا یہ موقف کہ اس دور میں ظلم وجبر عام ہونے کی وجہ سے مکرہ کی طلاق بالتلفظ کے عدم وقوع پر دیگر فقہاء کرام کے قول کے مطابق فتوے کی گنجائش ہونی چاہیے۔ محلِ نظر ہے باوجود ظلم وجبر عام ہونے کے اس مسئلہ میں خروج عن المذہب کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ اس کے دوسرے جائز حل بھی ممکن ہیں۔ مثلاً مکرہ آہستہ آواز میں استثناء کرلے (ان شاءاللہ وغیرہ کہہ کر) ہاں اگر کسی کو اس مسئلہ کا ہی علم نہ ہو تو یہ اس کا اپنا قصور ہے اور شریعت جہالت

کو عذر قرار نہیں دیتی (اس نکتہ پر شبہ اور اس کا جواب ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں)

بحث: الطلاق بالكتابة للزوجة المخاطبة

﴿ب﴾......طلاق بالکتابت کئی قسم کی ہے (۱)......مستبینہ (۲)......غیر مستبینہ۔

پھر مستبینہ کی دو قسمیں ہیں (۱)......مرسومہ (۲)......غیر مرسومہ۔

مستبینہ وہ ہے جس کی لکھائی واضح ہو جیسا کہ کاغذ وغیرہ پر روشنائی سے لکھا جاتا ہے۔ اور غیر مستبینہ وہ ہے جس کی لکھائی واضح نہ ہو جیسا کہ پانی یا ہوا میں لکھنا یا بغیر روشنائی کے ویسے ہی انگلی وغیرہ سے کسی چیز پر لکھنا، جس کے نقوش ظاہر نہ ہوں۔

مستبینہ کی دو قسمیں یہ ہیں (۱)......مرسومہ (۲)......غیر مرسومہ۔

مرسومہ وہ ہے جو باقاعدہ عنوانِ طلاق وغیرہ کے ساتھ لکھی گئی ہو یا بالفاظ دیگر ایسے خط وغیرہ کی شکل میں لکھی گئی ہو جس کا عرف ہے اور وہ عادتاً استعمال ہوتی ہے (جیسا کہ آج کل اسٹامپ پیپر پر لکھی جاتی ہے اور طلاق نامہ کا عنوان ڈالا جاتا ہے یہ بھی مرسومہ میں داخل ہے اور عرفاً وعادتاً مستعمل ہے) اور غیر مرسومہ وہ ہے جو اس کے برخلاف ہو مثلاً دیوار، پتھر، زمین، درخت یا پتوں پر لکھی گئی ہو یا سادہ کاغذ پر (خط اور طلاق نامہ کے باضابطہ معروفہ ومعتادہ طریقہ سے ہٹ کر) لکھی گئی ہو۔

مرسومہ سے مطلقاً (یعنی خواہ نیت ہو یا نہ ہو) دیانۃً وقضاءً اور غیر مرسومہ سے بشرطِ نیت دیانۃً وقضاءً طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور غیر مرسوم سے بدون النیۃ نہ قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے، اور نہ دیانۃً، البتہ نیت کا قرینہ ہو، تو صرف قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی، کمافی الکنائی۔

اور غیر مستبینہ سے مطلقاً (یعنی خواہ نیت ہو یا نہ ہو) قضاءً و دیانۃً کسی بھی طرح طلاق واقع نہیں ہوتی ان صورتوں میں بیوی کا سامنے ہونا نہ ہونا برابر ہے (کئی اکابر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ آخر میں درج ''بیاضِ اشرفی'' کے حوالے سے ایک تحریر سے معلوم ہوگا)

اصل بات یہ ہے کہ طلاق بالکتابت حجتِ ضروریہ ہے، نہ کہ حجت اصلیہ۔ اور حجتِ ضروریہ کا مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورت اس کو حجت قرار نہیں دیا جائے گا اور جب تک کوئی ضرورت داعی نہ ہوگی اس وقت تک اس کو موثر قرار نہیں دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر طلاق بالکتابت حجتِ اصلیہ

ہوتی تو پھر حالتِ اکراہ میں بھی طلاق واقع ہوتی اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں، اور اسی طرح مستبینہ غیر مرسومہ کی حالت میں بھی مطلقاً (یعنی نیت ہونے نہ ہونے کی صورت میں) طلاق واقع ہوتی۔
جس سے ظاہر ہوا کہ کتابت حجتِ ضروریہ ہے، مگر کتابت کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ وہ بعینہٖ حجتِ اصلیہ کے قائم مقام یا بالکل قریب اور مشابہ ومماثل قرار دی جاتی ہیں اور ایسے موقعہ پر ''**القلم احداللسانین** ''اور'' **الکتابة تقوم مقام اللفظ** ''اور'' **ان البیان بالکتاب بمنزلة البیان باللسان** ''وغیرہ الفاظ سے ان کو تعبیر کیا جاتا ہے۔
جیسا کہ مرسومہ مستبینہ کہ اس میں مطلب ومراد اور اضافت ونسبت کی اتنی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ طلاقِ صریح کے درجہ میں شمار ہوتی ہے کہ جس طرح طلاق صریح باللفظ میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی اسی طرح اس میں بھی نیت کی ضرورت نہیں اور جس طرح طلاق صریح باللفظ میں عورت کا سامنے ہونا نہ ہونا برابر ہے اسی طرح کتابتِ مرسومہ میں بھی عورت کا سامنے ہونا نہ ہونا برابر ہے۔
غالباً اسی نکتۂ مشابہت ومماثلت کی وجہ سے فقہاء کرام کی بعض عبارات میں مرسومہ کے حجتِ ضروریہ ہونے کی نفی کی گئی ہے یعنی اس کو حجتِ اصلیہ کا درجہ دیا گیا ہے ''**کقولھم لم یکن حجة ضروریةً وقولھم کالنطق** ''(کمافی عبارت نمبر ۱۶)
(ہاں اگر رضاء ہی فوت ہو مثلاً حالتِ اکراہ تو علیحدہ بات ہے کیونکہ اصلاً تو یہ حجتِ ضروریہ ہی تھی لیکن مراد، اضافت اور رضاء وغیرہ کے پائے جانے کی وجہ سے یہ حجتِ اصلیہ کے بالکل قریب اور مشابہ ہوگئی تھی، مگر جب ان امور میں سے کوئی امر مفقود ہو تو پھر اس کو حجتِ اصلیہ کے مشابہ قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ حجتِ ضروریہ قرار دے کر عدمِ وقوعِ طلاق کا حکم لگایا جائے گا) اور غیر مرسومہ مستبینہ چونکہ (مراد، اضافت ونسبت وغیرہ کی تعیین وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے) حجتِ اصلیہ کے مشابہ نہیں، اس لئے اسے حجتِ اصلیہ کا حکم دینے کے لئے حاجت کی ضرورت ہوگی، جیسا کہ طلاقِ کنائی میں طلاق واقع ہونے کے لئے نیت وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح یہاں غیر مرسومہ میں بھی نیت وغیرہ کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ اس غیر مرسومہ میں تسلی یا مشق وغیرہ جیسے دیگر احتمالات ہونے کا امکان ہے جس طرح کنائی میں غیر طلاق کے معنٰی کا احتمال ہوتا ہے اور جب یہ ضرورت پوری ہو جائے گی مثلاً

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

طلاق غیر مرسومہ میں نیت طلاق کی ہوگی تو پھر اس سے بھی طلاق واقع ہوجائے گی جس طرح صریح الفاظ حجتِ اصلیہ ہیں اس کے مقابلہ میں کنائی الفاظ حجتِ ضروریہ ہیں، مگر یہاں بھی ضرورت نیت وغیرہ سے پوری ہوجاتی ہے (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۳ و ۸ تا ۲۸ و ۳۶ تا ۴۰)

﴿۸﴾......والعرب تقول الخط احداللسانين (وبعداسطر) وقال ابن المقفع اللسان مقصور على القريب الحاضر والقلم على الشاهد والغائب (ادب الدنيا والدين للعلى بن محمد بن حبيب الماوردى شافعى فصل فى التعلم ص ۲۱)

﴿۹﴾......وجه انعقاد العقودبالكتابة هوان القلم احداللسانين كماقال الفقهاء بل ربماتكون هى اقوىٰ من الالفاظ ولذالك حث الله تعالىٰ المؤمنين على توثيق ديونهم بالكتابة الخ(الموسوعة الفقهية ماده العقد بالكتابة اوالرسالة)

﴿۱۰﴾......الكتابة تقوم مقام اللفظ فى التصرفات ويتفق الفقهاء على صحة العقود وانعقادها بالكتابة والكتابة التى تقوم مقام اللفظ هى الكتابة المستبينة المرسومة كالكتابة على الصحيفة اوالحائط اوالارض . اماالكتابة التى لاتقرء كالكتابة على الماء اوالهواء فلاينعقدبها اى تصرف وانما تصح التصرفات بالكتابة المستبينة لان القلم احداللسانين كمايقول الفقهاء فنزلت الكتابة منزلة اللفظ (الموسوعة الفقهية ماده مايقوم مقام الصيغة)

﴿۱۱﴾......اذاكتب الطلاق فان نواه طلقت زوجته وبهٰذا قال الشعبى والنخعى والزهرى والحكم وابوحنيفة، ومالك وهوالمنصوص عن الشافعى. وذكربعض اصحابه ان له قولا آخرانه لايقع به طلاق وان نواه لانه فعل من قادر على النطق فلم يقع به الطلاق كالاشارة ولنا ان الكتابة حروف يفهم منها الطلاق فاذااتى فيها بالطلاق وفهم منها ونواه وقع كاللفظ، ولان الكتابة تقوم مقام قول الكاتب بدلالة ان النبى ﷺ كان مامورا بتبليغ رسالته فحصل ذالك فى حق البعض بالقول وفى حق آخرين بالكتابة (وبعد سطر) فاماان كتب ذالك فلم يقع من غيرنية فقال ابوالخطاب قدخرجها القاضى الشريف فى الارشاد على روايتين احداهما يقع وهو قول الشعبى والنخعى والزهرى والحكم لماذكرنا والثانية لايقع الابنية وهوقول ابى حنيفة ومالك ومنصوص الشافعى لان الكتابة محتملة

فانه يقصدبها تجربة القلم وتجويد الخط وغم الاهل من غيرنية ككنايات الطلاق فان نوى بذلك تجويد خطه اوتجربة قلمه لم يقع لانه لونوى باللفظ غير الايقاع لم يقع فالكتابة اولى واذا ادعى ذلك دين فيما بينه وبين الله تعالىٰ (المغنى لابن قدامة ج ۸ ص ۴۱۲ فصل ذكرالخلاف فى وقوع الطلاق بالكتابة مطبوعه دارالباز مكة المكرمه)

﴿۱۲﴾ ......واتفق الفقهاء ايضا على وقوع الطلاق بالكتابة لان الكتابة حروف يفهم منها الطلاق فاشبهت النطق ولان الكتابة تقوم مقام قول الكاتب (الموسوعة الفقهية ماده تعبير)

﴿۱۳﴾ ...... و كذا التكلم بالطلاق ليس بشرط فيقع الطلاق بالكتابة المستبينة وبالاشارة المفهومة من الاخرس لان الكتابة المستبينة تقوم مقام اللفظ والاشارة المفهومة تقوم مقام العبارة (البدائع الصنائع ج ۳ ص ۱۰۰ كتاب الطلاق فصل فى شرائط ركن الطلاق الخ)

﴿۱۴﴾......واذاطلق الاخرس امرأته فى كتاب وهويكتب جازعليه من ذلك مايجوز على الصحيح فى كتابه لان الاخرس عاجزعن الكلام وهوقادر على الكتاب فهو والصحيح فى الكتاب سواء والاصل ان البيان بالكتاب بمنزلة البيان باللسان لان المكتوب حروف منظومة تدل على معنى مفهوم كالكلام الخ (المبسوط للسرخسى كتاب الطلاق باب طلاق الاخرس)

﴿۱۵﴾......واما الناطق فان تلفظ بماكتبه حال الكتابة اوبعدها طلقت وان لم يتلفظ فان لم ينوايقاع الطلاق لم يقع على الصحيح وقيل يقع فيكون صريحا وان نوى فاقوال اظهرها تطلق والثانى لاوالثالث ان كانت غائبة عن المجلس طلقت والا فلا (الاشباه والنظائرلعبدالرحمن بن ابى بكربن محمدالسيوطى شافعى القول فى الكتابة ص۳۰۸)

﴿۱۶﴾......واذا كان ايماء الاخرس وكتابته كالبيان وهوالنطق باللسان تلزمه الاحكام بالاشارة والكتابة......لان الاشارة تكون بيانا من لاقادرعلى النطق فالعاجز اولى...........قالو اوالكتاب ممن ياتى بمنزلة الخطاب ممن ذكر(اى الاخرس)اذاكانت مستبينة مرسومة وهو(اى المستبينة) بمنزلة النطق فى الغائب والحاضر على ماقالوا فانه اذاكان بمنزلة النطق فى حق

الحاضر ایضا لم یکن حجة ضرورة (بحر ج ۸ ص ۴۷۷ مسائل شتی)

﴿۱۷﴾......ثم اعلم ان هذافی کتابة غیر مرسومةای غیر معتادة لمافی التبیین وغیره ان الکتاب علی ثلاث مراتب: مستبین مرسوم وهوان یکون معنونا ای مصدرا بالعنوان وهوان یکتب فی صدره من فلان الی فلان علی ماجرت به العادة فی سائرالکتب (بحرج ۸ ص ۴۷۷) فهذا کالنطق فلزم حجة : ومستبین غیرمرسوم کالکتابة علی الجدران اواوراق الاشجاراوعلی الکاغذ لاعلی الوجه المعتاد (فان هذا یکون لغوا لانه لاعرف فی اظهارالامربهذا الطریق .بحر ج ۸ ص ۴۷۷)فلایکون حجة الابانضمام شیء آخرالیه کالنیة والاشهاد علیه والاملاء علی الغیر حتی یکتبه لان الکتابة قد تکون للتجربة (وقدتکون للتحقیق . بحر)ونحوها وبهذه الاشباه تتعین الجهة وقیل الاملاء بغیراشهاد لایکون حجة والاول اظهر : وغیر مستبین کالکتابة علی الهواء اوالماء وهوبمنزلة کلام غیر مسموع ولایثبت به شیء من الاحکام وان نوی اه والحاصل ان الاول صریح والثانی کنایة والثالث لغو وبقی صورة رابعة عقلیة لاوجودلها وهی مرسوم غیر مستبین وهذا کله فی الناطق ففی غیره بالاولی (ردالمحتار ج ۶ ص ۷۳۷)ثم الکتاب علیٰ ثلاث مراتب مستبین مرسوم وهو ان یکون معنونا ای مصدرابالعنوان وهو ان یکتب فی صدره من فلان الی فلان علی ما جرت به العادة فی تیسیرالکتاب فیکون هذاکالنطق فیلزم حجة ومستبین غیر مرسوم کالکتابة علی الجداروواوراق الاشجاراوعلی الکاغذ لاعلی وجه الرسم فان هذایکون لغوافلایکون حجة الا بانضمام شیئ آخرالیه کالنیةوالاشهاد علیه والاملاء علی الغیرحتی یکتبه وقیل الاملاء من غیر اشهاد لایکون حجة والاول اظهروغیرمستبین کالکتابة فی الهواء اوالماء وهوبمنزلة کلام غیرمسموع فلایثبت فیه شیئ من الاحکام وان نوی (شرح العینی علی الکنزج ۲ص ۴۹۹،مسائل شتیٰ)

﴿۱۸﴾ ...... فدلت المسالة علی ان الاشارة(عن الاخرس.ناقل) معتبرة وان کان قادراعلی الکتابة بخلاف ماتوهمه بعض اصحابنا رحمهم الله ان الاشارة لاتعتبر مع القدرة علی الکتابة قالوالان الاشارة حجة ضروریة ولا

ضرورة مع القدرة على الكتابة قلنا كل واحد منهما حجة ضرورية ففى الكتابة زيادة بيان لم توجدفى الاشارة لان قصد البيان فى الكتابة معلوم حساوعيانا. وفى الاشارة زيادة اثرلم توجدفى الكتابة لان الاصل فى البيان هوالكلام لانه وضع له والاشارة اقرب اليه لان العلم الحاصل بها حاصل بما هومتصل بالمتكلم وهواشارته بيده اوراسه فصارت اقرب الى النطق من آثارالاقلام فاستويا ولايقدم على الاخر بل يخير ولهذا ذكره بكلمة او وهى للتخيير (تبيين الحقائق شرح كنزالدقائق تحت كتاب الخنثى ،مسائل شتى ج ٦ ص ٢١٩) (كذا فى تكملة البحرالرائق ج ٨ ص ٤٧٨)

﴿١٩﴾...... قالواالكتابة على ثلاثة اوجه امامستبين مرسوم اى معنون مصدر مثل ان يكتب فى اوله من فلان الى فلان اويكتب الى فلان وفى آخره من فلان على ماجرت به العادة وهواى هذاالمذكورمن الكتابة (اى المرسومة .ناقل) كالنطق فى الغائب والحاضر على ماقالوا فيلزم حجة وفى زماننا الختم شرط لكونه معتادا ......وكذاالكتب على كاغذ حيث يشترط بناء على العرف المعروف حتى لوكتب على الغير يكون غيرمرسوم فلهذا قال (واما مستبين غير مرسوم كالكتابة على الجدار وورق الشجر وينوى فيه) فليس بحجة الابالنية والبيان لانه بمنزلة الكتابة من الصريح فلايصلح حجة واماغير مستبين كالكتابة على الهواء والماء بمنزلة الكلام غير مسموع ولاعبرة به فلايثبت به الحكم وان نوى (مجمع الانهر فى شرح ملتقى الابحر ج ٤ ص ٤٧٤،٤٧٥ مسائل شتى بعدكتاب الخنثى قبل كتاب الفرائض)

﴿٢٠﴾......ثم الكتابة على ثلاثة اوجه مستبين مرسوم اى معنون وهو يجرى مجرى النطق فى الحاضر والغائب على ماقالوا ومستبين غير مرسوم كالكتابة على الجداروأوراق الاشجاروهوليس بحجة الابالبينة والبيان وغير مستبين كالكتابة على الهواء والماء وهوبمنزلة كلام غير مسموع فلا يثبت به الحكم (فتاوىٰ هنديه ج٦ ص ٤٤٢مسائل شتى قبل كتاب الفرائض) (كذافى تبيين الحقائق ج ٦ ص ٢٢٠ايماء الاخرس)

﴿٢١﴾......ثم الكتاب على ثلاث مراتب مستبين مرسوم وهوبمنزلة النطق فى الغائب والحاضر على ماقالواومستبين غيرمرسوم كالكتابة على

الجدارواوراق الاشجاروينوى فيه لانه بمنزلة صريح الكناية فلابدمن النية وغيرمستبين كالكتابة على الهواء والماء وهوبمنزلة كلام غيرمسموع فلا يثبت به الحكم (هدايه مسائل شتى ماخوذ ازفتح القدير ج۹ ص۴۴۷)

﴿۲۲﴾......ثم الكتابة على ثلاثة اوجه مستبين مرسوم اى معنون وهوان يكتب فى صدره من فلان الى فلان وهويجرى مجرى النطق فى الحاضر والغائب ومستبين غير مرسوم كالكتابة على الجدار واوراق الاشجار وهوليس بحجة الا بانضمام شىء آخر كالنية والاشهاد عليه والاملاء على الغيرحتى يكتب وغيرمستبين كالكتابة على الهواء والماء وهو بمنزلة كلام غيرمسموع فلايثبت به الاحكام (حاشيه كنزالدقائق ص ۰۹۴بحواله عينى وملامسكين)

﴿۲۳﴾......وان كتب امرأته طالق فهى طالق بعث اليها اولا ، يعنى اذانوى كمايعلم من قوله ولوكتب على شىء يستبين الخ (الاشباه مع شرح الحموى ج ۳ ص ۱۲۲)

﴿۲۴﴾......فاذالم يكن الكتاب مرسوما بل كتب فى ورقة انت طالق فانه لايقع به الطلاق الااذانوى الطلاق لانه وان كتب طلاقا صريحا ولكن يحتمل ان يكون قدكتب ليتسلى بكتابة اوليجود خطه اونحوذالک فلابد فيه من نية (الفقه على المذاهب الاربعة ج ۴ ص ۲۵۰ كتاب الطلاق باب شروط الطلاق)

﴿۲۵﴾......والكتابة المرسومة عندهم هى ماكان معتاداً ويكون مصدرا ومعنونا مثل مايكتب الى الغائب . والكتابة المستبينة هى مايكتب على الصحيفة والحائط والارض على وجه يمكن فهمه وقرائتهٗ(الموسوعة الفقهية الكويتية كتاب الطلاق)

﴿۲۶﴾......والحاصل ان كل كتاب يحرر على الوجه المتعارف من الناس حجة على كاتبه كالنطق باللسان (دررالحكام فى شرح مجلة الاحكام ج ۱ ص ۶۹ماده الكتاب كالخطاب نمبر ۶۹لعلى حيدر)

﴿۲۷﴾......وهو(اى المستبين المرسومة)بمنزلة النطق فى الغائب والحاضر على ماقالوا فانه اذاكان بمنزلة النطق فى حق الحاضر ايضاً لم يكن حجة ضرورية (فتح القدير ج ۹ ص ۴۴۷)

﴿۲۸﴾......فلماقبل الكتاب فى حق الغائب فى ثبوت الاحكام مع رجاء الحضور فلان يقبل فى حق الاخرس مع الياس عن زوال الخرس (عنايه شرح هدايه علٰى هامش الفتح القدير ج ۹ ص۴۴۸فصل فى احكام الخنثى)

الفوائد الحاصلة من العبارات المذکورة:

(۱)......عبارت نمبر ۸ سے خط کا احد اللسانین اور زبان کا حاضر قریب کے حق میں اور قلم کا حاضر وغائب کے حق میں حجت ہونا معلوم ہوا۔

(۲)......عبارت نمبر ۹ سے قلم کا احد اللسانین بلکہ بعض اوقات قلم اور کتابت کا الفاظ سے زیادہ قوی ہونا معلوم ہوا۔

(۳)......عبارت نمبر ۱۰ سے کتابتِ مستبینہ کا لفظ کے قائم مقام ہونا اور اس کی وجہ قلم کا احد اللسانین ہونا معلوم ہوا۔

(۴)......عبارت نمبر ۱۱ سے عند الجمہور نیت کی صورت میں طلاق بالکتابت کا وقوع معلوم ہوا۔

(۵)......عبارت نمبر ۱۲ سے کتابت کا نطق کے مشابہ اور کاتب کے قول کے قائم مقام ہونا اور کتابت کے ذریعہ سے طلاق کے وقوع پر فقہاء کرام کا اتفاق ہونا معلوم ہوا

(۶)......عبارت نمبر ۱۳ سے وقوعِ طلاق کا تکلم کے ساتھ مشروط نہ ہونا اور کتابتِ مستبینہ سے بھی وقوعِ طلاق کا ہونا اور کتابت مستبینہ کا لفظ کے قائم مقام ہونا معلوم ہوا

(۷)......عبارت نمبر ۱۴ سے بیان بالکتاب کا بیان باللسان کے درجہ میں اور مکتوب کا ایسے حروف کا مجموعہ ومرکبہ ہونا (جو اپنے مفہوم ومقصود پر کلام کی طرح دلالت کرتے ہیں) معلوم ہوا

(۸)......عبارت نمبر ۱۵ سے ناطق کے حق میں مطلقاً (سواء کانت المرأة حاضرةً او غائبةً) کتابت بالنیۃ کی صورت میں وقوعِ طلاق کا راجح ہونا معلوم ہوا

(۹)......عبارت نمبر ۱۶ سے مستبینہ کا غائب وحاضر کے حق میں حجتِ غیر ضروریہ کے طور پر نطق کے درجہ میں ہونا معلوم ہوا۔

(۱۰)......عبارت نمبر ۱۷ سے مرسومہ کا نطق کی طرح حجت اور صریح ہونا اور غیر مرسومہ کا کنائی یعنی نیت کی صورت میں نطق کی طرح ہونا معلوم ہوا۔

(۱۱)......عبارت نمبر ۱۸ سے اشارہ کا بعض وجہ سے تکلم کے قریب بلکہ اس کے مساوی ہونا معلوم ہوا

(۱۲)......عبارت نمبر ۱۹ سے مرسومہ کا غائب وحاضر کے حق میں نطق کی طرح ہونا اور غیر مرسومہ کا حجت ہونا معلوم ہوا۔

(۱۳)......عبارت نمبر ۲۰، ۲۱ و ۲۲ سے مستبینہ مرسومہ کا غائب وحاضر کے حق میں نطق کے قائم مقام ہونا اور غیر مرسومہ کا بغیر انضمامِ شئی (مثل بیّنہ وبیان) کے حجت نہ ہونا معلوم ہوا۔

(۱۴)......عبارت نمبر ۲۳ سے غیر مرسومہ سے عندالنیۃ وقوعِ طلاق کا ہونا معلوم ہوا (سواء کان بعث الیھا اولم یبعث)

(۱۵)......عبارت نمبر ۲۴ سے غیر مرسومہ کا محتمل المعانی اور نیت کی صورت میں متعین المعنیٰ ہونا معلوم ہوا۔

(۱۶)......عبارت نمبر ۲۵ سے مرسومہ کا معتاد، ذاتِ عنوان اور غائب کی طرف مرسل کی طرح ہونا معلوم ہوا۔

(۱۷)......عبارت نمبر ۲۶ سے معلوم ہوا کہ معروفہ طریقے پر لکھی ہوئی تحریر (یعنی مرسومہ) لکھنے والے پر نطق باللسان کی طرح حجت ہے۔

(۱۸)......عبارت نمبر ۲۷ سے مرسومہ کا حاضر وغائب کے حق میں نطق کے درجہ میں ہونا اور حجتِ ضروریہ نہ ہونا معلوم ہوا۔

(۱۹)......عبارت نمبر ۲۸ سے غائب کے حق میں کتابت کا (حاضری ممکن ہونے کے باوجود) معتبر ہونا معلوم ہوا۔

ازالۃ الشبھۃ

رہا یہ کہ بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ اگر بیوی سامنے موجود ہو تو طلاق بالکتابت واقع نہیں ہوگی کیونکہ تحریر خطاب کے قائم مقام اس وقت ہوتی ہے جبکہ مخاطب سامنے موجود نہ ہو اور چونکہ صورتِ مذکورہ میں مخاطب یعنی اس کی بیوی سامنے موجود ہے اور زبان سے اس نے کچھ نہیں کہا صرف تحریر لکھدی تو طلاق واقع نہیں ہوگی (ملاحظہ ہو۔فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۵۹۳ ۔اسلام اور عورت۔مصنفہ:۔مفتی سید احمد

علی سعید صاحب ص ۱۲۰ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور۔ طلاق کے تباہ کن اثرات مصنفہ ''مولانا مفتی نسیم احمد قاسمی صاحب، رفیق اسلامک فقہ اکیڈمی ہند'' ص ۸۲، مطبوعہ ادارہ القرآن، کراچی)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ان حضرات کا مستدل درج ذیل عبارات نمبر ۲۹ اور ۳۰ ہیں۔ نیز عبارت نمبر ۳، اور نمبر ۳۴ تا ۴۰ میں کتابت کے عبارت کے قائم مقام ضرورت وحاجت کے درجہ میں ہونے کا سبب بھی ہے۔

﴿۲۹﴾......في الدر: (ايماء الاخرس وكتابته كالبيان)باللسان(بخلاف معتقل اللسان) (وفي الشامية)واطلاقه يفيد اعتبار الايماء مع قدرته على الكتابة وهو المتعمد، لان كلامنهماحجة ضرورية كما في القهستاني وغيره درمنتقى (ردالمحتار ج ٦ ص ٧٣٧،مسائل شتى) (وفي تقريرات الرافعي) (قوله لان كلامنهماحجة ضرورية)بناء على ان الكتابة انما تعتبر في الناطق للغائب (ص ٣٥٤مشموله ردالمحتارج ٦) (وفي الشامية)لكن في الدر المنتقى عن الاشباه انه في حق الاخرس يشترط ان يكون معنونا وان لم يكن لغآئب اه وظاهره ان المعنون من الناطق الحاضر غير معتبر (ردالمحتار ج ٦ ص ٧٣٧) (وفي تقريرات الرافعي) (قوله وظاهره ان المعنون من الناطق الحاضر غير معتبر)لم يظهر وجه ظهوره من عبارة الاشباه (ص ٣٥٥ مشموله ردالمحتار ج ٦)

﴿۳۰﴾......ففي مجمع الفتاوىٰ نقلا عن الخانية اكره بالضرب والحبس على ان يكتب طلاق امرأته فكتب فلانة بنت فلانة طالق لاتطلق لان الكتابة من الغائب جعل كالخطاب من الحاضر فلاحاجة ههنا حيث احيتج الى الضرب والحبس (الاشباه مع شرح الحموى ج ٣ ص ١٢٣)

شامیہ کی درج بالا عبارت کے بارے میں عرض ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے ظاہرہٗ کہہ کر اپنی اس بات کا دارومدار ''الاشباہ'' پر رکھا ہے اور الاشباہ میں یہ بات اس طرح مذکور نہیں خود علامہ رافعی رحمہ اللہ نے بھی علامہ شامی رحمہ اللہ کی اس بات کو لم یظہر فرما کر رد کر دیا ہے۔ دوسرے خود علامہ شامی رحمہ اللہ نے کتابتِ طلاق کی قسمیں بیان فرماتے ہوئے مستبینہ مرسومہ کے بارے میں لکھا ہے ''فهذا كالنطق فلزم حجة ''(ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۱۷)

جس سے معلوم ہوا کہ علامہ شامی کے نزدیک مرسومہ نطق کی طرح حجتِ مطلقہ (للحاضر والغائب) ہے، اور یہی بات قرینِ قیاس اور دیگر فقہاء کرام کی تصریحات کے موافق ہے، لہٰذا یہاں معنون یعنی مرسومہ کو نطق کے حکم سے خارج کر کے حاضر کے لئے غیر معتبر قرار دینا محلِ نظر ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کا استدلال ''الاشباہ'' کے بجائے شرح الاشباہ یعنی ''شرح حموی'' کی عبارت ہو (جیسا کہ بہت سے مقامات پر علامہ شامی نے علامہ حموی کا حوالہ دیا ہے، ملاحظہ ہو شامی ج ۵ ص ۴۳۵، لہٰذا یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ حموی علامہ شامی کی نظر سے نہیں گزری) مگر خود شرح حموی کی عبارت ہی محل نظر ہے، اس لئے کہ شرح حموی کی اس عبارت کا دارومدار خانیہ پر ہے کیونکہ ''ففی مجمع الفتاویٰ نقلا عن الخانیة'' فرما رہے ہیں اور خانیہ میں عبارت اس طرح نہیں اس کی اصل عبارت ہم آگے نمبر ۳۶ میں ذکر کریں گے، تو اب علامہ شامی رحمہ اللہ کے استدلال کا مدار حموی کی عبارت پر اور علامہ حموی کے استدلال کا مدار خانیہ پر ہوا، گویا کہ دونوں کا بلاواسطہ یا بالواسطہ مدار خانیہ پر ہے۔ اور اصل ونقل میں تعارض کے وقت اصل کو ترجیح ہوتی ہے۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس جزئیہ کو اس صورت پر محمول کیا جائے کہ جبکہ کتابت غیر مرسومہ ہو اور اس میں نیت نہ کی گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے طلاق بالکتابت کی صورتیں بیان کرتے ہوئے عموماً بیوی کے موجود ہونے نہ ہونے سے تعرض نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس بعض کتب میں طلاقِ مرسوم کے معتبر ہونے کی صورت میں حاضر و غائب کا صراحتاً ذکر موجود ہے، خواہ نیت ہو یا نہ ہو، پھر اس کے بعد متصلاً کتابتِ غیر مرسومہ ذکر کیا ہے اور وہاں صرف نیت کے اعتبار سے فرق کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ مرسومہ اور غیر مرسومہ میں بنیادی فرق نیت پر مبنی ہونے نہ ہونے کا ہے حاضر و غائب ہونے کا نہیں۔

وذکر فی الکفایة آخر الکتاب عن الشافی ان الصحیح مثل الاخرس فاذا کان مستبینا مرسوما وثبت ذالک باقراره او ببینة فهو کالخطاب اه ومقتضی کلامهم اختصاص ذالک بکونه علی وجه الرسالة الی الغائب وهو ایضا مفاد کلام الفتح فی الشهادات فراجعه لکن فی شهادات البحر عن البزازیة مایدل علی انه لافرق فی المعنون بین کونه لغائب اولحاضر

ومثله مافي فتاویٰ قاری الهداية (الى قوله) فهواقرار يلزم وان لم يكتب على هذاالرسم فالقول قوله مع يمينه اھ (ردالمحتار ج ۵ ص ۴۳۶باب كتاب القاضی الى القاضی ،مطلب فی دفتر البياع والصراف والسمسار)

علامہ شامی رحمہ اللہ کی درج بالاعبارت سے معلوم ہوا کہ معنون حاضر وغائب کے حق میں مال کے معاملہ میں اقرار لازمی کے درجہ میں ہے (یعنی حجت ہے)اور غیر معنون یا غیر مرسوم میں انکار کی صورت میں اس کا قول مع یمین معتبر ہے (گویا کہ اگر شوہر خود طلاق کا اقراری ہوتو یہ حجت ہے، یہاں بھی حاضر وغائب کا کوئی فرق ملحوظ نہیں)

هل حجية الكتابةمطلقاام عند الضرورة فقط؟

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بیوی کے سامنے کتابت کی صورت میں طلاق واقع نہ ہونا اس پرمبنی ہے کہ کتابت حجت ِضروریہ ہے اور جہاں ضرورت نہ ہو مثلاً بیوی سامنے موجود ہوتو وہاں یہ کالعدم ہونی چاہئے لیکن یہ اصول علیٰ الاطلاق درست نہیں ،اوراس کے حجت ِضروریہ ہونے کا صحیح مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے مکرہ کی طلاق بالکتابت کے ضمن میں بیان کیا ،ورنہ تو لازم آئے گا کہ جو شخص عورت کے پاس چل کر جانے پر بلا کسی عذر کے قادر ہو اس کی کتابت بھی غیرضروری شمار کر کے غیرموثر قرار دی جائے۔

خصوصاً جبکہ عورت مثلاً اسی گھر میں موجود ہو لیکن مرد جس کمرے میں بیٹھا ہے اس میں موجود نہ ہوتو اس صورت میں بھی عورت کا غائب ہونا ہی سمجھا جائے گا مگر پھر بھی طلاق بالکتابت موثر سمجھی جائے گی ،علاوہ ازیں جب فقہاء کرام نے مرسومہ کو حاضر اور غائب کے حق میں نطق اور تکلم کے قائم مقام قرار دے کر طلاق کو معتبر مانا ہے ،تو یہاں بھی طلاق کو موثر نہیں ہونا چاہئے تھا کیونکہ اصل تکلم ہے اور بیوی کے سامنے ہوتے ہوئے اس پر قدرت حاصل ہے ،مگر پھر بھی کتابت کو اس صورت میں معتبر مانا گیا ،تو اس سے معلوم ہوا کہ اصل بنیاد بیوی کا سامنے ہونا یا نہ ہونا نہیں ہے بلکہ مدار کتابت کو تکلم اور نطق کا حکم حاصل ہونے نہ ہونے پر ہے ۔اور بیوی کے سامنے ہونے کی صورت میں طلاق کے غیر موثر ہونے کے جزئیات کو اگر غیر مرسومہ کی صورت پر محمول کر لیا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ خالی طلاق بغیر کسی اضافت اور نیت کے تحریر کی جائے کیونکہ کتابت ِغیر مرسومہ

کا حکم طلاق کنائی کی طرح ہے یعنی اس میں کسی دوسری چیز کا انضمام مثلاً نیت یا گواہی ضروری ہے۔ اور یہ کنائی کا درجہ رکھتی ہے، اور کتابت کا حجتِ ضرور یہ ہونا اپنی جگہ مسلم ہے ہی، اس کے برخلاف اگر یہی الفاظ کوئی بغیر نیت کے بیوی کو زبانی وکلامی کہے تو بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہاں تلفظ پایا جا رہا ہے جو کہ خود حجتِ اصلیہ ہے۔

اور ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ آج کل عام طور پر لوگوں کی زبانی باتوں کا اعتبار نہ ہونے کی وجہ سے تحریر کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک طبقہ تو زبانی طلاق کو اس وقت تک معتبر نہیں سمجھتا جب تک کہ تحریری شکل میں طلاق نہ دی جائے، دوسری طرف عدالتوں میں بھی زبانی کلامی ثبوت کے بجائے تحریر کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، اس قسم کی وجوہات کے پیشِ نظر بعض وجوہ سے کتابت کی اہمیت تلفظ اور نطق سے زیادہ ہو چکی ہے اور ان حالات میں بیوی کے سامنے ہوتے ہوئے بھی تحریر کی اہمیت بعض جہات سے نطق سے زیادہ ہوگی اور اس حالت میں تحریر کو نطق کے ساتھ وہی درجہ حاصل ہوگا جو تبیین الحقائق کی عبارت سے گونگے کے اشارہ کو نطق کے ساتھ ہونا معلوم ہوتا ہے، اور یہاں بھی یہ کہنا بعید نہ ہوگا ''**لان العلم الحاصل بها (ای بالکتابة) هو متصل بالمتکلم فصارت اقرب الی النطق فاستویا**'' پھر بعض اوقات زبانی طور پر طلاق دینے کے حالات نہیں ہوتے اس لئے بیوی کے سامنے ہوتے ہوئے تحریر کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

> **کما قال الشامی: واماخط البیاع والصراف والسمسار فهو حجة وان لم یکن معنونا ظاهرا بین الناس وکذالک مایکتب الناس فیما بینهم یجب ان یکون حجة للعرف** (رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۱۴۳)(کذا فی الشامیة ج ۵ ص ۴۳۶ مطلب فی دفتر البیاع والصراف والسمسار) **ثم ان قول المجتبی وکذا مایکتب الناس فیما بینهم الخ یفید عدم الاقتصار علی الصراف والسمسار والبیاع بل مثله کل ماجرت العادة به فیدخل فیه** الخ (ردالمحتار ج ۵ ص ۴۳۷)

(یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ مرسومہ کی تعریف کرتے ہوئے بعض عبارات میں جو ''**مثل مایکتب الی الغائب**'' وغیرہ کے الفاظ ملتے ہیں ان میں غائب کی قید ایک اتفاقی، اکثری یا عادی امر کے طور پر ہے احترازی قید کے طور پر نہیں، جس کی تائید ''**مثل**'' کے لفظ سے بھی ہوتی ہے)

بحث: طلاق المکرَہ بالکتابۃ، والاکراہُ الملجی وغیر الملجی

﴿ج...د﴾......فقہاءِ کرام نے مطلق حالتِ اکراہ میں تلفظاً وقوعِ طلاق سے طلاق بالکتابت کو علی الاطلاق مستثنیٰ کیا ہے یعنی اس استثناء میں اکراہِ ملجی وغیر ملجی کے اعتبار سے فرق نہیں کیا علاوہ ازیں حبس اور ضرب میں اختیار باقی اور رضا معدوم ہوتی ہے، جو کہ اکراہِ غیر ملجی ہے (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۳۱و۳۲) اور حبس وضرب کی صورت میں کرھاً طلاق بالکتابت کا واقع نہ ہونا نیز مطلق اکراہ میں عدم وقوع طلاق کئی کتبِ فقہ میں صراحتاً مذکور ہے۔ تیسرے طلاق بالکتابہ حاجتِ ضروریہ ہے (کمامر) اور حالتِ اکراہ مع ملجی وغیر ملجی کے ضرورت کی منتفی ہے کہ وہ شخص خود اس عمل پر راضی نہیں (وفی حالۃ الاکراہ ینتفی الرضاء) ان سب باتوں سے واضح ہوا کہ طلاق بالکتابت اکراہِ ملجی وغیر ملجی دونوں حالتوں میں واقع نہیں ہوتی خواہ بیوی سامنے موجود ہو یا نہ ہو کیونکہ جب یہاں کتابتِ طلاق مؤثر ہی نہیں تو بیوی کے سامنے ہونے یا نہ ہونے سے اس پر فرق نہیں پڑے گا، اکراہ کی صورت میں طلاق بالکتابت کی جو مثالیں فقہاءِ کرام نے بیان فرمائی ہیں ان میں بھی بعض جگہ خطاب کا صیغہ اور بعض جگہ غائب کا صیغہ مذکور ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حبس وضرب کی صورت میں اکراہ حاضرہ وغائبہ بیوی کے حق میں مساوی حکم رکھتا ہے (ملاحظہ ہو عبارت نمبر ۳۱ تا ۴۰)

﴿۳۱﴾......فی الدر: وھو نوعان تام وھو الملجیء بتلف نفس اوعضو اوضرب مبرح والافناقص وھو غیر الملجیء (وفی الشامیۃ) (قولہ وھو نوعان) ای الاکراہ وکل منھما معدم للرضا لکن الملجیء وھو الکامل یوجب الالجاء ویفسد الاختیار فنفی الرضا اعم من افساد الاختیار والرضا بازاء الکراھۃ والاختیار بازاء الجبر ففی الاکراہ بحبس اوضرب لاشک فی وجود الکراھۃ وعدم الرضا وان تحقق الاختیار الصحیح اذفسادہ انما ھو بالتخویف باتلاف النفس، اوالعضو (ردالمحتار ج۶ ص ۱۲۹ شروع کتاب الاکراہ)

﴿۳۲﴾......والاکراہ نوعان ملجی وغیرملجی فالملجیء ھو الکامل وھو ان یکرہ بما یخاف بہ علی نفسہ اوعضوہ فانہ یعدم الرضاء ویوجب الالجاء

ويفسد الاختيار وغير الملجى وهو القاصر وهو ان يكره بمالايخاف به على نفسه لاعلى تلف عضو من اعضائه كالاكراه بالضرب الشديد او القيد او الحبس فانه يعدم الرضاء ولايوجبه الالجاء ولايفسد الاختيار (حاشيه كنز الدقائق ص ٣٨٥ كتاب الاكراه بحواله فتح وتكمله)

﴿٣٣﴾......واما بيان انواع الاكراه فنقول انه نوعان نوع يوجب الالجاء والاضطرار طبعا كالقتل والقطع والضرب الذى يخاف فيه تلف النفس اوالعضو قل الضرب اوكثر ومنهم من قدره بعدد ضربات الحدوانه غير سديد لان المعول عليه تحقق الضروة فاذاتحققت فلا معنى لصورة العدد وهذاالنوع يسمى اكراهاتاماونوع لايوجب الالجاء والاضطرار وهو الحبس والقيد والضرب الذى لايخاف منه التلف وليس فيه تقدير لازم سوى ان يلحقه منه الاغمام البين من هذه الاشياء اعنى الحبس والقيدو الضرب وهذاالنوع من الاكراه يسمى اكراها ناقصا (البدائع الصنائع ج ٧ ص ١٧٥ كتاب الاكراه)

﴿٣٤﴾ ...... فقيدنا بكونه على النطق لانه لواكره على ان يكتب طلاق امرأتهٖ فكتب لاتطلق لان الكتابة اقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولاحاجة هنا كذا فى الخانية وفى البزازية اكره على طلاقها فكتب فلانة بنت فلان طالق لم يقع اه (بحر ج ٣ ص ٢٤٦)

﴿٣٥﴾......(قوله لااقراره بالطلاق) ومثله الكتابة فلواكره على ان يكتب طلاق امرأته فكتب لاتطلق لان الكتابة اقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولاحاجة هنا كذا فى الخانية (طحطاوى على الدر ج ٢ ص ١٠٦)

﴿٣٦﴾......وفى الظهيرية : رجل اكره بالضرب والحبس على ان يكتب طلاق امرأته فكتب فلان بنت فلان امرأته طالق وفى الحاوى ولم يعبر بلسانه لاتطلق (الفتاوىٰ التاتارخانية ج ٣ ص ٣٨٠كتاب الطلاق الفصل السادس فى ايقاع الطلاق بالكتاب)

﴿٣٧﴾......وفى فتاوىٰ اهل سمرقند : اذا اكره الرجل بالضرب والحبس على ان يكتب طلاق امرأته فكتب فلانة طالق لاتطلق (ايضاً ص ٣٨١)

﴿٣٨﴾......رجل اكره بالضرب والحبس على ان يكتب طلاق امرأته فلانة

بن فلاں ابن فلاں فکتب امرأته فلانة هی فلاں ابن فلاں طالق لاتطلق امرأته كذا فی فتاویٰ قاضی خان (فتاویٰ هندیه ج ۱ ص ۳۷۹ کتاب الطلاق) کذافی امدادالمفتین ص ۶۳۵)

﴿۳۹﴾......رجل اکره بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان ابن فلان فکتب امرأته فلانة بنت فلان ابن فلان طالق لاتطلق امرأته لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولاحاجة ههنا (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۴۷۲)

﴿۴۰﴾......فلو اکره بالحبس والضرب علی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لاتطلق امرأته لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولاحاجة هنا (حاشیه کنزالدقائق ص ۱۱۵ بحواله عینی وفتح)

فائدہ: عبارت نمبر ۳۱ اور ۳۴ تا ۴۰ سے کتابت کا ضرورت کے اعتبار سے عبارت کے قائم مقام ہونا یعنی کتابت کا حجتِ ضروری ہونا اور حالتِ اکراہ میں اسی وجہ سے حجت نہ ہونا معلوم ہوا۔

جامع وناقل: محمد رضوان۔ ۱۷ /ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

اصلاح ونظرِ ثانی ۲۹/۴/۱۴۲۶ھ

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی۔

التصویب عن دارالافتاء دارالعلوم کراچی

مکرہ کی طلاق تلفظاً واقع ہوجاتی ہے، چاہے اکراہِ ملجی ہو یا غیر ملجی ،اور مکرہ کی طلاق کتابۃً واقع نہیں ہوتی مطلقاً، یعنی چاہے اکراہِ ملجی ہو یا غیر ملجی۔ ہمارے دارالافتاء سے بھی یہی فتویٰ جاری ہوتا ہے۔

اس مسئلے میں آپ حضرات نے جو تحقیق کی ہے وہ درست ہے۔

اور بیوی کی موجودگی میں طلاق بالکتابۃ سے متعلق جو تحقیق کی ہے وہ بھی صحیح ہے، چند دن قبل ہمارے ہاں سے ھازل کی طلاق بالکتابت سے متعلق ایک فتویٰ جاری ہوا تھا اس کی فوٹو کاپی منسلکہ ہے،اس میں بیوی سامنے موجود تھی،اس کو بھی اس تحقیق کا حصہ بنایا جا سکتا ہے۔واللہ اعلم

سید حسین احمد عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر۱۴۔۱۵/ ۵/ ۱۴۲۴ھ

فتویٰ نمبر۶۳۲/ ۸۵ حسین احمد مورخہ ۲۲/ ۵/ ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ (نائب مفتی) دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۵/ ۵/ ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: بندہ عبدالرؤف سکھروی (نائب مفتی) دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۲۰/ ۵/ ۱۴۲۴ھ

طلاق الھازل بالکتابۃ

(فتویٰ: دارالعلوم کراچی)

(استفتاء)

(محترم حضرت مولانا مفتی) جسٹس (محمد) تقی عثمانی صاحب (دامت برکاتہم) السلام علیکم (ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ)

آپ سے گذارش ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اور قرآن کریم کی روشنی میں ہمارے مسئلے کا کیا حل ہے ہماری بیٹی شہنلا اکرم جس کی شادی 7 فروری 2003ء میں ہوئی اور اُس کے شوہر جن کا نام ذیشان شفیق ہے اس نے تقریباً 15 مئی کو ٹشو پیپر پر اس طرح'' طلاق طلاق ط ''اس طرح لکھ کر اپنی

کو دور سے دکھایا، جو کہ شہلا نے پڑھا، اُس کے بعد اُسکے شوہر نے کہا کہ میں مذاق کر رہا تھا اور بات آئی گئی ہوگئی۔ تقریباً اُسی ہفتے شوہر نے ٹیلی فون پر غصے کی حالت میں والدہ کو کہا کہ ''میری طرف سے اِس کو طلاق ہے'' اُسکے بعد وہ اُسکے دوسرے دن اپنی والدہ کے پاس چھوڑنے گیا، ذیشان اب یہ کہتا ہے، اس وقت کہ میں پیپر پر کچھ نہیں لکھا اور ماں سے الفاظ کہے کہ میں اس کو طلاق دے دوں گا، یعنی وہ اپنی ہر بات پر قائم نہیں رہا اور ہر بات سے انکار ہے، اس پر آپ کا فیصلہ ہمیں درکار ہے دونوں صلح سے ساتھ رہے ہیں، اور ایک ماہ بعد یہ بات اٹھی ہے اور دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور طلاق سے لاعلم ہیں۔............ والسلام، کوثر سمیع، از طرف گلاسکو

(برائے) دارالافتاء

اس میں صرف یہ بات قابلِ غور ہے کہ حالتِ اکراہ میں کتابۃً طلاق کو اس لئے واقع قرار نہیں دیا گیا کہ کتابت ضرورۃً نطق کے قائم مقام ہوتی ہے، اور اکراہ میں ضرورت نہیں، کیا ''ہزل'' کی صورت میں بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ ضرورت نہ ہونے کی بنا پر اسے بغیر نطق کے معتبر نہ سمجھا جائے، اس مسئلے کو دیکھنے کی ضرورت ہے، مجھے بھی مطلع کر دیا جائے، اور جلد، کیونکہ بندہ سفر میں جانے والا ہے۔ محمد تقی

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں شوہر نے ٹشو پیپر پر جو ''طلاق طلاق ط'' لکھا ہے اگر اس نے طلاق دینے کی نیت سے نہیں لکھا تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اور ٹیلی فون پر اگر اس نے یہ جملہ کہا ہو کہ ''میری طرف سے اس کو طلاق ہے'' تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگئی ہے، لیکن عدت کے دوران شوہر طلاق سے رجوع کرسکتا ہے، اور عدت گذرنے کے بعد باہمی رضامندی سے نئے مہر پر نکاح ہوسکتا ہے، اور اگر یہ کہا ہو کہ میں اسے طلاق دے دوں گا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

فی البدائع: الکنایة فنوعان نوع هو کنایة بنفسه وضعا ونوع هو ملحق بها شرعا فی حق النیة اماالنوع الاول فهو کل لفظ یستعمل فی الطلاق............ (الیٰ قوله) واما النوع الثانی فهو ان یکتب علی قرطاس او لوح اوارض او

حائط کتابةً مستبینة لکن لاعلی وجه المخاطبة"امرأته طالق"فیسئل عن نیته فان قال نویت به الطلاق وقع وان قال لم انو به الطلاق صدق فی القضاء لان الکتابة علی هذا الوجه بمنزلة الکنایة لان الانسان قد یکتب علیٰ هذا الوجه ویرید به الطلاق وقد یکتب لتجوید الخط فلایحمل علی الطلاق الابالنیة ،وان کتب کتابة غیر مستبینة بان کتب علی الماء او علی الهواء فذالک لیس بشئ حتیٰ لا یقع به الطلاق وان نوی لان مالاتستبین به الحروف لایسمی کتابة فکان ملحقا بالعدم وان کتب کتابةمرسومة علی طریق الخطاب والرسالة مثل ان یکتب امابعدیافلانةفانت طالق اواذاوصل کتابی الیک فانت طالق یقع به الطلاق الخ(ج۳ص۱۰۹)واللہاعلم

مذکورہ بالاصورت میں عدمِ وقوعِ طلاق کی دو وجہیں ہیں:

ایک یہ کہ شوہر نے ٹشو پیپر پر جو لفظِ طلاق لکھا ہے اس میں عورت کی طرف نسبت نہیں ،نہ تحریر میں نسبت ہے اور نہ زبانی طور پر ،اور عدمِ نسبت کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی، ہاں اس صورت میں شوہر نے کاغذ عورت کو دکھایا ہے ،اس دکھانے کو نسبت کہا جائے یا نہیں ،اس کا کوئی صریح جزئیہ تو ہمیں عباراتِ فقہاء میں نہیں ملا ،لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض دکھانا نسبت نہیں ہے۔

اور اگر اس کو نسبت مان لیا جائے تو پھر بھی طلاق واقع نہیں ہوگی ، کیونکہ بدائع کی درج بالاعبارت سے یہ بات واضح ہے کہ اگر کوئی شخص کاغذ پر طلاق غیر مرسوم لکھتا ہے تو وہ از قبیل کنایہ ہے ،اور موقوف علی النیۃ ہے ،لہٰذا خوشخطی کے لئے لکھا "امرأته طالق "تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی ،اگرچہ لفظوں میں نسبت صراحۃً مذکور ہے ۔اس میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ جو شخص خوشخطی کے لئے لفظ طلاق لکھتا ہے وہ اپنے اختیار سے یہ لفظ لکھتا ہے ،اور اختیار مستلزم ہے ارادہ کو "کما ذکر ابن عابدین: والاختیار هو القصد الی الشئ وارادته "(ج۴ص۵۰۷)

گویا اس نے اپنے ارادے اور قصد سے یہ لفظ لکھا ،اس کے باوجود طلاق نہیں ہوتی ، کیونکہ اس کی نیت طلاق کی نہیں تھی۔

اگر کوئی شخص ہزلاً اس طرح غیر مرسوم طریقے پر طلاق لکھے تو کیا اس کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس کا بھی صریح جزئیہ تو نہیں ملا، البتہ عباراتِ فقہاء کی روشنی میں چند باتیں مسلم ہیں:

(۱)......ھازل اپنے اختیار سے لفظ لکھتا یا بولتا ہے۔کمافی المبسوط:

فیکون بمنزلة الهازل من حيث انه قاصد الى التكلم مختار له لالحكمه بل لغيره وهو الهزل (ج۲۴ ص۵۸)

وکمافی الشامیۃ:

والهازل يتكلم بصيغة العقد مثلاً باختياره ورضاه لكن لا يختار ثبوته الحكم ولايرضاه (ج۴ ص۵۰۷)

(۲)......ھازل لفظ سے نہ معنائے حقیقی کا اراداہ کرتا ہے اور نہ معنائے مجازی کا۔کمافی التعریفات للجرجانی:

الهزل: وهوان لايراد باللفظ معناه لاالحقيقي ولاالمجازی وهو ضد الجد.

وکمافی الشامیۃ:

فی التحریروشرحه: الهزل لغةً اللعب واصطلاحا: ان لايراد باللفظ ودلالته المعنى الحقيقي ولاالمجازی بل اريد به غيرهما وهو مالاتصح ارادته منه وضده الجد وهو ان يراد باللفظ احدهما (ج۳ص۲۳۹)

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر ھازل زبان سے تکلم بالطلاق کرے اور لفظ صریح ہو تو طلاق ہوجائے گی، کیونکہ الفاظِ صریح محتاجِ نیت نہیں، لیکن اگر ھازل طلاق کا لفظ لکھتا ہے تو اس صورت میں یہ اس شخص کے مشابہ ہے جو خوشخطی کے طور پر طلاق لکھتا ہے اور وجہ شِبہ دو چیزوں میں اشتراک ہے:

(۱)......دونوں اپنے اختیار اور قصد سے لفظ طلاق لکھتے ہیں۔

(۲)......دونوں کا مقصد لفظ سے اس کا معنیٰ حقیقی یا مجازی نہیں ہوتا بلکہ مقصد کچھ اور ہوتا ہے، لہٰذا جب ایک صورت میں طلاق نہیں ہوتی تو دوسری صورت میں بھی نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ ھزل کی صورت میں بھی طلاق کی نیت نہیں ہوتی، اور شاید علامہ شامی کی

درج ذیل عبارت سے ھازل کی عدمِ نیت واضح ہوجاتی ہے:[1]

قال الرحمتی فعلمناان العبرة لما یظهر من کلامهما لالنیتهما الاتری انه ینعقد (ای النکاح)مع الهزل والهازل لم ینوالنکاح(ج۳ص ۱۱،۱۲)

وفی البحر: ولم یشترط المصنف الفهم قال فی التجنیس ولو عقد النکاح بلفظ لایفهمان کونه نکاحا هل ینعقد اختلف المشائخ فیه قال بعضهم ینعقد لان النکاح لایشترط فیه القصداه یعنی بدلیل صحته مع الهزل وظاهره ترجیحه.

واللہ اعلم بالصواب، سید حسین احمد عفا اللہ عنہ۔ دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر۱۴ ۲/۵/۱۴۲۴ھ۔

فتویٰ نمبر۶۳۱/۳۴ حسین احمد مورخہ ۵/۵/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۲/۵/۱۴۲۴ھ (مفتی) دارالافتاء دارالعلوم کراچی

الجواب صحیح: محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ ۲/۵/۱۴۲۴ھ (مفتی) دارالافتاء دارالعلوم کراچی

الجواب صحیح: احقر محمود اشرف غفر اللہ لہٗ ۶/۵/۱۴۲۴ھ (نائب مفتی) دارالافتاء دارالعلوم کراچی

---

[1] حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اور ہزل سے مراد یہ نہیں بلکہ معنیٰ یہ ہیں کہ علمِ معنیٰ وقصدِ تکلم تو ہے لیکن ترتبِ اثر کا قصد نہیں، اس کو ہزل کہتے ہیں'' (امداد الفتاویٰ ج۲ص۲۰۵)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

''مذاق کے معنیٰ یہ ہیں کہ ایقاع مقصود نہیں تھا، لیکن تلفظ کرلیا تو اس کو معتبر مانا ہے، حنفیہ کہتے ہیں کہ خطا میں بھی یہی ہوتا ہے کہ ایقاع مقصود نہیں لیکن تلفظ ہوگیا اس لیے طلاق واقع ہوجائے گی'' (انعام الباری ج۷ص۸۳۱)

ان دونوں حضرات کی مذکورہ عبارات سے بھی دارالعلوم کراچی کے مندرجہ بالا فتوے کی تائید ہوتی ہے۔ محمد رضوان ۲۹/۳/۱۴۲۷ھ

اہلِ علم حضرات کی آراء

(رسالہ ھٰذا سے متعلق اہلِ علم حضرات کی آراء)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

(نائب صدر، جامعہ دار العلوم کورنگی، کراچی ۱۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی بندہ مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

علمی وتحقیقی سلسلہ نمبرا کا رسالہ موصول ہوا، سرسری دیکھنے ہی کا موقع مل سکا، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائیں، آمین۔ بظاہر کوئی جواب طلب بات نظر نہیں آئی، مگر جوابی لفافہ ساتھ تھا، اس لئے رسید کے طور پر یہ عریضہ مرسل ہے۔ والسلام...... محمد تقی ۱۶/۶/۲۶ھ

ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب زید مجدہم

(صدر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد)

برادر مکرم ومحترم جناب مولانا محمد رضوان صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، آپ کے ماہنامہ ''التبلیغ'' کے (علمی وتحقیقی سلسلہ پر مشتمل) پہلا شمارہ (تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ) بھی ملا، اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش میں برکت عطا فرمائے۔ والسلام........... محمود احمد غازی 5 جولائی 2005ء

مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب زید مجدہم

(جامعہ مدنیہ لاہور)

بخدمت جناب مفتی رضوان صاحب مدظلہٗ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

التبلیغ کے علمی وتحقیقی سلسلہ نمبرا کے بارے میں عرض ہے کہ جو جوابات لکھے گئے ہیں وہ درست ہیں،

البتہ ایک بات غور طلب ہے، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص جس کی بیوی کا نام زینب ہو کاغذ پر یوں لکھے کہ میں نے زینب کو طلاق دی یا زینب کو طلاق ہے تو کیا مستبین غیر مرسوم کے تحت کر کے یہاں بھی شوہر سے نیت پوچھی جائے گی، اگر نیت پوچھی جائے گی تو کیا دیگر قرائن مثلاً غضب اور مذاکرۂ طلاق کا بھی اعتبار ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو دیانۃً ہوگا یا قضاءً ہوگا اور المرأۃ کالقاضی کو اس صورت میں کتنا دخل ہوگا؟ اس بارے میں آپ کی تحریر میں اجمال وابہام ہے۔

عبدالواحد غفرلہٗ ۱۶/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۶ھ

جامعہ مدنیہ لاہور

مولانا مفتی ریاض محمد صاحب زید مجدہٗ

(دارالافتاء دارالعلوم تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی)

۷۸۶

محترمی ومکرمی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱)...... ''التبلیغ کے علمی وتحقیقی سلسلہ'' کا پہلا شمارہ موصول ہوا، بڑی خوشی ہوئی، بہت اچھا قدم ہے اس کی شدید ضرورت تھی، عام مضامین پر مشتمل رسالوں اور ماہناموں کی بھرمار ہے لیکن اس وقت فقہی وتحقیقی ذوق کا فقدان ہے، ایسے سلسلے کا اجراء اس کمی کو پورا کرنے کا پہلا قدم ہے............

(۲)...... بندہ کو اس شمارے کے تمام مندرجات سے اتفاق ہے، البتہ مرسوم اور غیر مرسوم کی تعریف منقح کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، بندہ کو اس بارے میں تحقیق نہیں لیکن ذہن میں یہی آتا ہے کہ مرسوم اور غیر مرسوم کے درمیان بنیادی فرق، معروف معنیٰ میں عنوانِ طلاق اور عرف وعادت کی بجائے کاتب اور مکتوب الیہ کی تعیین اور پتہ ہے یعنی دونوں کا نام لکھ دیا جائے، خواہ دونوں کے نام شروع میں ہوں یا مکتوب الیہ کا شروع میں اور کاتب کا آخر میں ہو، عرف بھی یہی ہے، مرسوم کی تعریف میں عموماً اس قسم کے الفاظ آتے ہیں ''ان یکون مرسوما ای مصدر بالعنوان وھو ان یکتب فی صدرہ من فلان الی فلان'' پھر غیر مرسومہ کی مثال میں ''اوعلی الکاغذ لاعلی الوجہ

المعتاد ''یا''لاعلی وجه الرسم'' تب ہی صادق آئے گا کہ اس میں کاتب ومکتوب الیہ کی تعیین نہیں ہوتی، چنانچہ اگر کسی نے معروف معنیٰ طلاق کا عنوان لکھا پھر طلاقیں لکھیں لیکن مصدر بالعنوان نہیں یعنی کاتب اور مکتوب الیہ کی تعیین نہیں کی تو طلاق نہیں ہوتی اگرچہ معروف عنوانِ طلاق لکھا ہے، اس پر غور کی ضرورت ہے۔ گستاخی کی معذرت۔ فقط: ریاض محمد۔ ۲۰/۵/۱۴۲۶ھ

دارالافتاء تعلیم القرآن راجہ بازار، مدینہ مارکیٹ، راولپنڈی

مولانا مفتی غلام قادر نعمانی صاحب زید مجدہٗ

(دارالافتاء، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ پاکستان)

محترمی ومکرمی جناب مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہٗ، مدیر ماہنامہ ''التبلیغ''

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سلام کے بعد عرض ہے کہ یہ دیکھ کر انتہائی مسرت وخوشی ہوئی کہ آپ نے موجودہ علمی انحطاطی دور میں (جبکہ عوام وخواص کی تگ ودو وسعی صرف اور صرف دنیاوی عیش پرستی تک محدود ہو کر رہ گئی ہے) ایک موقّر جریدہ شائع کر کے اہلِ علم حضرات کی توجہ اپنی ذمہ داریوں کی طرف مبذول کرانے کی غیر معمولی کوشش کی ہے۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ جدید صنعتی اور فکری انقلاب نے جو بہت سے مسائل پیدا کر دیئے ہیں ان میں ایک جدید دور میں پیدا ہونے والے مسائل کا فقہی اور شرعی حل بھی ہے، جو جدید ایجادات اور نئے معاملاتی نظام کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں، ان مسائل کا حل کرنا ایک مشکل اور دشوار کام ہے، اسی طرح بعض مسائل اتنے پیچیدہ اور مشکل ہیں کہ زیادہ مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے ایک جانب کو ترجیح دینا ایک عالم کے لئے کافی مشکل ہے اور بغیر اجتماعی بحث وتمحیص کے ایک قول پر جزم جانا ناممکن ہے، اس مشکل اور دشوار کام کا حل علمائے کرام کی ذمہ داری ہے، اور وہی اس کا صحیح حل تلاش کرنے کے اہل ہیں، چنانچہ ہر زمانے کے اہلِ علم وارباب افتاء نے اپنے اپنے دور کے مسائل حل کئے ہیں۔ اور اس زمانے میں آپ نے بھی اپنے اکابرین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا، اس اہم کام پر دارالعلوم حقانیہ کے جملہ اساتذہ ادارہ غفران ٹرسٹ کے جملہ اراکین کو تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتے ہیں، اور امید کرتے ہیں

کہ آپ آئندہ بھی تحقیقی مضامین شائع کر کے اہلِ علم حضرات کی علمی ترقی میں مزید اضافہ کریں گے۔ اخوکم غلام قادر نعمانی، دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ۔

اکوڑہ خٹک، نوشہرہ

دارالافتاء جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ

(جامع مسجد درویش، شاہراہ قائد اعظم، صدر، پشاور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم و مکرم حضرت مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہ السلام علیکم! مزاج بخیر

ادارہ غفران کے ماہنامہ ''التبلیغ'' کے علمی و تحقیقی سلسلے کا پہلا شمارہ متعلقہ ''تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ'' موصول ہوا، اول تا آخر پڑھا، ماشاء اللہ بڑی محنت سے مسئلہ پر حوالہ جات جمع کر کے تحقیق کی گئی ہے اور پھر جامعہ دارالعلوم کراچی کی تصدیق وتصویب سے اس کو مزید قوت بخشی گئی ہے، واقعی اس سلسلہ نے ایک بڑی خلا کو پُر کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے، اللہ کرے یہ آگے چلے اور اس سلسلے کے جو اغراض و مقاصد ہیں وہ پورے ہوں، اس میں ہم جیسے طالبِ علموں کے لئے بڑا علمی ذخیرہ بغیر کسی مشقت کے میسر ہو جاتا ہے اور مستقبل کے علمی حلقوں کے لئے بیش بہا خزانہ آسانی سے دستیاب ہوگا، امید ہے ہمیں رسالہ ملتا رہے گا۔ فقط، سبحان اللہ جان

۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ، 11 جولائی 2005ء

دارالافتاء جامعہ امداد العلوم پشاور صدر

مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب زید مجدہم

(مدرسہ قاسم العلوم گل گشت کالونی ملتان)

باسمہٖ سبحانہٗ

بخدمت گرامی قدر حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے، آپ کا تحقیقی مجلّہ التبلیغ کا سلسلہ ''تحقیق بالکتابۃ

والا کراہٗ'' کا شمارہ نورِ نظر ہوا اور آپ کی مع آپ کے رفقاء کار کی کاوشوں سے مستفید ہوا، اللہ تعالیٰ اس کے سلسلہ کو قائم ودائم رکھیں، اور اس کو ترقی دے کر ہر مسلمان کے گھر تک پہنچادیں۔

اس شمارہ کے کلماتِ شکر ابھی لکھنے نہ پایا تھا کہ ماہنامہ ''التبلیغ'' جمادی الاولیٰ کا شمارہ بھی وصول ہوگیا، اس میں ایک عنوان کے بجائے متفرق مضامین دیکھے جو دورِ حاضر کے ہر فرد کے لئے خاص اہمیت کے حامل ہیں خصوصاً آپ کے ذاتی مضامین خاص دلچسپی کا باعث ہیں، ماہنامہ دیکھ کر اندازہ ہوا کہ اس میں نصف مضامین آپ کے قلم کا نتیجۂ فکر ہیں، اگر ان سلسلوں کو بعد میں کتابی صورت میں طبع کرایا جائے تو اپنے اپنے متعلقہ عناوین پر قابلِ قدر علمی ذخیرہ بنیں گے اور محفوظ ہوجائیں، ورنہ حسبِ عادت رسالوں کو وقتی طور پر پڑھ کر الماریوں میں رکھ دیا جاتا ہے، مضامین کے متفرق ہونے کی وجہ سے ان کو مختلف شماروں میں ڈھونڈنا گراں ہوجاتا ہے، اگر ہر سال کے آخری شمارہ میں تمام عام عنوانات کی فہرست طبع کردی جائے تو کچھ استفادہ آسان ہوجاتا ہے۔

نیز رسالہ ہٰذا میں تحریر کے ساتھ ساتھ آپ اگر درست سمجھتے ہیں تو مستقل تصنیفات کا سلسلہ بھی شروع کریں، جیسا کہ رسالہ کو مدلل طریقہ سے مزین کرتے ہیں ان تصانیف میں بھی اس رنگ کو نمایاں صورت میں آنا چاہئے۔ بہرحال آپ کا رسالہ فقہی اور تحقیقی خوبصورتی کو اپنے جلو میں لئے ہوئے ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مزید کامیابیاں عطا فرمائیں، اور تمام احباب کار کے لئے بہترین ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ دعواتِ صالحہ کا محتاج

والسلام: العبد امداداللہ انور 05-07-05۔ مدرسہ قاسم العلوم گل گشت کالونی ملتان

مولانا مفتی احتشام الحق صاحب حضروی زید مجدہٗ

(مدرسہ عربیہ اسلامیہ، بٹل، مانسہرہ)

برادرِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب تھانوی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !...... بعد از سلام! امید ہے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہونگے۔

آپ کا ارسال کردہ تحقیقی رسالہ ملا، بالاستیعاب مطالعہ کیا، آپ اور آپ کے رفقاء کے لئے دل سے دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ اپنے اکابر رحمہم اللہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دینِ عالی کی محنت کے لئے

قبول فرمائے، جبکہ ''تحقیق مسائلِ حاضرہ'' کی مجالس کی اشد ضرورت بھی ہے اور اس پر مزید خوشی ہوئی کہ اپنے اکابر حضرات سے وابستہ ہو کر اور ان کے زیرِ سایہ رہ کر یہ مبارک قدم اٹھایا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی محنت ولگن کو قبول فرمائے اور ترقی کا سبب بنائے۔ والسلام

بندہ احتشام الحق حضروی، مدرسہ عربیہ اسلامیہ، بٹل، ضلع مانسہرہ

دارالافتاء، جامعہ حمادیہ

(شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کراچی پاکستان)

جناب محترم مفتی رضوان صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم! آپ کا گرانقدر رسالہ (علمی وتحقیقی سلسلہ) موصول ہوا، اس پر صمیمِ قلب سے آپ کے ممنون ہیں کہ آنجناب نے ذرہ نوازی فرمائی، جواب دینے میں ہم سے واقعی کوتاہی ہوئی، جس پر دل کی گہرائیوں سے معذرت خواہ ہیں ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا، باقی رسالہ کے مندرجات سے دارالافتاء کے احباب متفق ہیں، رسالہ کا انداز سہل اور مدلل ہے، اس نوعیت کا پاکستان کی حد تک پہلا مستقل سلسلہ جاری کرنے پر ہماری طرف سے پُرخلوص مبارک باد قبول ہو، قوی امید ہے کہ آئندہ بھی سرفراز فرمائیں گے۔ ازطرف، دارالافتاء جامعہ حمادیہ

شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کراچی

حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی صاحب زیدمجدہم

وحضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب زیدمجدہم

(دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور)

الجواب: مبسملاً ومحمدلاً ومصلیاً ومسلماً

مجلسِ مذاکرہ کی تحقیقِ انیق بابت ''طلاق بالکتابۃ والاکراہ'' احقر اور حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب زیدمجدہم نے بغور مطالعہ کی ماشاء اللہ خوب حق ادا فرمایا۔

ہمارے ہاں سے بھی یہی فتویٰ دیا جاتا ہے جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مکرہ کی زبانی طلاق واقع ہو جاتی ہے، مگر اس کی طلاق بالکتابۃ واقع نہیں ہوتی اور طلاق بالکتابۃ میں عورت کا غائب ہونا بھی

ضروری نہیں بلکہ اگر عورت حاضر بھی ہو تب بھی طلاق بالکتابۃ واقع ہو جاتی ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہٗ شیر محمد علوی، ۲ر جب ۱۴۲۶ھ

خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور

طلاق بالکتابۃ کے بارے میں چند اُمور کی وضاحت

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم اور مولانا مفتی ریاض محمد صاحب زید مجدہم نے اپنے مکتوباتِ گرامی میں اہم نکات کی طرف توجہ دلائی ہے، ان حضرات کے توجہ دلانے سے طلاق بالکتابۃ کے بارے میں درجِ ذیل مسائل پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

(۱)......تحریر اور کتابت کو شوہر کی طرف منسوب کرنا کب درست ہوگا؟

(۲)......کتابت کے ذریعہ سے وقوعِ طلاق کا حکم کب اور کیسے لگایا جائے؟

(۳)......مرسوم وغیر مرسوم کی تعریف مزید منقح کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱)...... پہلے مسئلہ کے بارے میں عباراتِ فقہاء سے یہ سمجھ آتا ہے کہ اگر شوہر کو خود اپنی تحریر کا اقرار ہے، یا بیوی نے شوہر کی طرف سے طلاق بالکتابۃ کا خود مشاہدہ کیا ہے یا اسکے سامنے بینہ سے اس تحریر کا شوہر کی طرف سے ہونا ثابت ہو گیا ہے، یا پھر عورت کو خارجی ذرائع وقرائن سے یقین یا غالب گمان ہے کہ یہ تحریر شوہر کی طرف سے ہے (خواہ اس طرح سے کہ شوہر نے خود بلا جبر واکراہ وباہوش وحواس یہ مضمون تحریر کیا ہے، یا اس مضمون پر مطلع ہو کر بلا جبر واکراہ دستخط کئے ہیں، یا شوہر نے یہ مضمون کسی دوسرے سے لکھوایا وااملا کرایا ہے) تو مذکورہ تفصیل کے مطابق اس تحریر کو شوہر کی طرف منسوب کرنا قضاءً درست ومعتبر ہوگا اور اس مضمون کا شوہر کی طرف سے انکار کرنا قضاءً معتبر نہ ہوگا، نیز عورت کے حق میں یہاں **المرأۃ کالقاضی** والا اصول جاری ہوگا۔

ملحوظ رہے کہ تحریر وکتابت والی مندرجہ بالا تفصیل آج کل کے جدید ذرائع ابلاغ مثلاً ای۔میل،

انٹرنیٹ اور فون میسیج وغیرہ کے بارے میں بھی جاری ہونی چاہئے۔

(۲)......دوسرے مسئلہ کے بارے میں بندہ نے جو کچھ سمجھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق طلاقِ مرسوم صریح طلاق کا درجہ رکھتی ہے اور غیر مرسوم طلاقِ کنائی کا، یعنی مرسوم میں قضاءً طلاق واقع ہونے کے لئے طلاق کی نیت کرنا ضروری نہیں اور غیر مرسوم میں طلاق واقع ہونے کے لئے نیت یا اس جیسی چیز کی ضرورت ہے، لیکن جس طرح طلاق باللفظ میں بعض اوقات دلالۃ الحال کو نیت کے قائم مقام قرار دے کر قضاءً وقوعِ طلاق کا حکم لگایا جاتا ہے، اسی طرح طلاق بالکتابۃ کا بھی معاملہ ہوگا اور **المرأۃ کالقاضی** والی بحث یہاں بھی جاری ہوگی، نیز صریح اور کنائی الفاظ کو طلاقِ رجعی یا بائن ہونے کے اعتبار سے یہاں بھی دخل ہوگا۔

(۳)......تیسرے مسئلہ کے بارے میں عباراتِ فقہ سے مرسوم کی جو اصل تعریف ظاہر ہوتی ہے، وہ معتاد و معروف طریقہ کے مطابق ہونا ہے اور معنون و مصدر ہونا اس کی تمثیل ہے اور عرف و عادت زمانے کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے، طلاق مرسوم سے بغیر نیت قضاءً وقوعِ طلاق کی وجہ یہ ہے کہ عرف و عادت طلاق کی جہت کو خود اس طرح متعین اور واضح کر دیتی ہے کہ وہ کسی ضمِّ ضمیمہ کی محتاج نہیں رہتی اور آج کل عموماً عرف و رواج یہ ہے کہ اسٹامپ یا خط وغیرہ کے ذریعہ سے غائبہ عورت کو طلاق دی جاتی ہے جس میں بعض اوقات طلاق کا عنوان ڈالا جاتا ہے یا خط میں سلام مسنون وغیرہ لکھا جاتا ہے نیز بعض اوقات بیوی کا صاف نام اور تحریر کنندہ کے دستخط وغیرہ بھی ہوتے ہیں (عموماً حاضر عورت کو اس طرح تحریری طلاق دینا معروف و معتاد نہیں) اور غیر مرسوم وہ ہے جو عرف و عادت کے مطابق نہ ہو لیکن کیونکہ غیر مرسوم کے ذریعہ سے طلاق واقع ہونے کے لئے دراصل نیت کی تعیین ضروری ہے، جس سے یہ واضح اور متعین ہو جائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہے مشق وغیرہ کے دیگر احتمالات ختم ہو جائیں اور یہ بات اگر طلاق غیر مرسوم میں دلالۃ الحال یا اپنی بیوی کا نام لکھنے یا اپنے دستخط کرنے سے متعین ہو جائے تو قضاءً وقوعِ طلاق کا حکم لگنا چاہئے، کیونکہ فقہائے کرام نے دلالۃ الحال وغیرہ کو بھی نیت کے قائم مقام قرار دیا ہے، اور طلاقِ غیر مرسوم سے طلاق واقع نہ ہونے کی وجہ طلاق کے احتمال کی تعیین نہ ہونا تھی اور جب کسی ضمِّ ضمیمہ مثلاً نیتِ طلاق

کے اقرار یا دلالۃُ الحال سے جہتِ طلاق کی تعیین ہوجائے تو قضاءً وقوعِ طلاق کا حکم جاری ہونا چاہئے۔

طلاقِ مستبین مرسوم میں شوہر کی طرف سے انکارِ طلاق کا دعویٰ اس لئے معتبر قرار نہیں دیا گیا کہ وہ خلافِ ظاہر ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مثلاً عنوانِ طلاق اور سلام مسنون وغیرہ کے بغیر صرف اتنا مضمون لکھے کہ میری بیوی کو طلاق ہے، یا میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں وغیرہ، اور دلالۃُ الحال مثلاً حالتِ مذاکرۂ طلاق سے معلوم ہوجائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہے تو قضاءً طلاق واقع ہوجانی چاہئے **والمرأة كالقاضي**، اور شوہر کی طرف سے طلاق کے علاوہ کسی اور مراد کا دعویٰ قضاءً معتبر نہ ہونا چاہئے، **لانه خلاف الظاهر**۔

امداد الفتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں:

> ''خط میں طلاق لکھنے یا لکھوانے سے واقع ہوجاتی ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے یا نیت کرے نیت سے رجوع کرے اور خواہ وہ خط بی بی کے پاس پہنچے یا نہ پہنچے ''**فی الشامیة الجلد الثانی ص۷۰۳ وان كانت مرسومة يقع الطلاق نوى اولم ينو فيها لوقال للكاتب اكتب طلاق امرأتی كان اقرارا بالطلاق وان لم يكتب الخ**'' یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خط کا یہ مضمون ہو کہ میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں یا دے دی اور اگر خط کا کچھ اور مضمون تھا تو سائل ظاہر کرے تاکہ جواب دیا جائے'' (امداد الفتاویٰ ج۲ ص۳۸۶)

فتاویٰ محمودیہ میں حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''وقوعِ طلاق کے لئے صراحتاً بیوی کا ذکر یا اس کا نام ہونا ضروری نہیں، اضافتِ معنویہ جس سے یہ معلوم ہوجائے کہ بیوی کو طلاق دے رہا ہے وہ کافی ہے اور یہ چیز اس تحریر میں صاف موجود ہے اس لئے طلاق واقع ہوگئی'' (فتاویٰ محمودیہ ج۱۲ ص۵۹۶)

اور حضرت مفتی محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اگر زید کو اپنی تحریر کا اقرار ہے یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے تو صورتِ مسئولہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی'' (فتاویٰ محمودیہ ج۱۲ص۵۹۹)

العبارات

......(قوله ورکنه لفظ مخصوص)هو ماجعل دلالة علی معنی الطلاق من صریح او کنایة فخرج الفسوخ علی ما مرواراد اللفظ ولو حکما لیدخل الکتابة المستبینة(ای المرسوم وغیر المرسوم مع درجتهمابالصریح والکنایة،ناقل)(رد المحتار،کتاب الطلاق ج۳ ص ۲۳۰)

......واماالکنایة فنوعان نوع هو کنایة بنفسه وضعا ونوع هو ملحق بها شرعا فی حق النیة،اماالنوع الاول فهوکل لفظ یستعمل فی الطلاق ویستعمل فی غیره نحو قوله انت بائن .... (الیٰ قوله) سمی هذا النوع من الالفاظ کنایةًلان الکنایة فی اللغةاسم لفظ استترالمراد منه عند السامع وهذه الالفاظ مستترالمراد عند السامع فان قوله بائن یحتمل البینونة عن النکاح ویحتمل البینونة عن الخیراو الشر (البدائع الصنائع،کتاب الطلاق ج۳ص۱۰۵ ملخصاً)

......ولاخلاف انه لایقع الطلاق بشئ من الفاظ الکنایة الا بالنیة فان کان قد نوی الطلاق یقع فیما بینه بین الله تعالیٰ وان کان لم ینو لایقع فیما بینه وبین الله تعالیٰ وان ذکر شیئا من ذلک ثم قال مااردت به الطلاق یدین فیمابینه وبین الله تعالیٰ لان الله تعالیٰ یعلم سره ونجواه وهل یدین فی القضاء فالحال لایخلواما ان کانت حالة الرضاء وابتدأالزوج بالطلاق واماإذ اکانت حالة مذاکرة الطلاق وسؤاله واما ان کانت حالة الغضب والخصومة فان کانت حالة الرضاء وابتدأ الزوج بالطلاق یدین فی القضاء فی جمیع الالفاظ لما ذکرنا ان کل واحد من الالفاظ یحتمل الطلاق وغیره والحال لایدل علیٰ احدهما فیسئل عن نیته ویصدق فی ذلک قضاء وان کانت حال مذاکرة الطلاق وسؤاله اوحالة الغضب والخصومة فقد قالواان الکنایات اقسام ثلاثة فی قسم منها لایدین فی الحالین جمیعالانه ماارادبه

الطلاق لافی حالة مذاکرة الطلاق وسؤاله ولا فی حالة الغضب والخصومة وفی قسم منها یدین فی حال الخصومة والغضب ولایدین فی حال ذکر الطلاق وسؤاله وفی قسم منها یدین فی الحالین جمیعا الخ(البدائع الصنائع کتاب الطلاق ج۳ص۱۰۶)

......واما النوع الثانی (ای نوع الکنایة التی هو ملحق بالکنایةشرعاًلاوضعاً ،ناقل) فهوان یکتب علی قرطاس او لوح اوارض او حائط کتابةًمستبینة لکن لاعلی وجه المخاطبة''امرأته طالق''فیسأل عن نیته فان قال نویت به الطلاق وقع وان قال لم انو به الطلاق صدق فی القضاء لان الکتابة علی هذا الوجه بمنزلة الکنایة لان الانسان قد یکتب علیٰ هذا الوجه ویرید به الطلاق وقد یکتب لتجوید الخط فلایحمل علی الطلاق الابالنیة ،وان کتب کتابة غیر مستبینة بان کتب علی الماء او علی الهواء فذالک لیس بشیٔ حتیٰ لا یقع به الطلاق وان نوی لان مالاتستبین به الحروف لایسمی کتابة فکان ملحقا بالعدم وان کتب کتابةمرسومة علی طریق الخطاب والرسالة مثل ان یکتب امابعدیافلانةفانت طالق اواذاوصل کتابی الیک فانت طالق یقع به الطلاق ولو قال ما اردت به الطلاق اصلالایصدق الا ان یقول نویت طلاقامن وثاق فیصدق فیما بینه وبین الله عز وجل لان الکتابة المرسومة جاریة مجری الخطاب الاتریٰ ان رسول الله ﷺ کان یبلغ بالخطاب مرة وبالکتاب اخری وبالرسول ثالثاوکان التبلیغ بالکتاب والرسول کالتلبیغ بالخطاب فدل ان الکتابة المرسومة بمنزلة الخطاب فصارکانه خاطبهابالطلاق عند الحضرة فقال لها انت طالق اوارسل الیهارسولابالطلاق عند الغیبة فاذاقال مااردت به الطلاق فقد اراد صرف الکلام عن ظاهره فلایصدق ثم ان کتب علی الوجه المرسوم ولم یعلقه بشرط بان کتب اما بعد یافلانة فانت (الخ)وقع الطلاق عقیب کتابة لفظ الطلاق بلا فصل لما ذکرنا ان کتابة قوله انت طالق علی طریق المخاطبة بمنزلة التلفظ بها (البدائع الصنائع کتاب الطلاق ج۳ ص۱۰۹)

......قالواالکتاب علی ثلاث مراتب مستبین مرسوم وهو ان یکون معنونا ای مصدرا بالعنوان وهو ان یکتب فی صدره من فلان الی فلان علیٰ ما

جرت به العادة فهذا كالنطق فلزم حجة ومستبين غير مرسوم كالكتابة على الجدران واوراق الاشجار اوعلى الكاغذ لاعلى الوجه المعتاد فلايكون حجة الابانضمام شيئ آخراليه كالنية والاشهادعليه والاملاء على الغير حتى يكتبه لان الكتابة قد تكون للتجربة ونحوها وبهذه الاشياء تتعين الجهة وقيل الاملاء بلااشهادلايكون حجة والاول اظهر وغير مستبين كالكتابة على الهواء اوالماء وهو بمنزلة كلام غيرمسموع ولايثبت به شيئ من الاحكام وان نوىٰ،ومثله في الهداية وفتاوىٰ قاضي خان وحاصله ان الاول صريح والثاني كناية والثالث لغو (تنقيح فتاوىٰ حامدية،كتاب الدعوىٰ ج۲ ص۱۹)

......والكتب علىٰ ثلاثة انواع (۱)المستبينة المرسومة(۲)المستبينة الغيرالمرسومة(۳) غير المستبينة،فالمستبينة المرسومة هي ان يكون الكتاب منها مما يقرء خطه ويكون وفقا لعادات الناس ورسومهم ومعنونا وقد كان من المتعارف في زمن صاحب"مجمع الانهر"ان يكتب الكتاب على ورق ويختم اعلاه وكل كتاب لايكون علىٰ هذه الصورة مكتوبا على ورق ومختوما لايعد مرسوما اما في زماننا فالكتاب يعد مرسومابالختم والتوقيع علىٰ حد سواء وذالک بمقتضى المادة(۱۶۱۰)ولكن اذاكتب كتاب في زمانناعلى غيرالورق مثلاً ينظر اذاكان المعتاد ان تكتب الكتب علىٰ غير الورق يعتبرذالک الكتاب كما لوكتب علىٰ ورق والافلا،والحاصل ان كل كتاب يحرر على الوجه المتعارف من الناس حجة علىٰ كاتبه كالنطق باللسان،والمستبينة غيرالمرسومة هي ان يكون الكتاب مكتوبا علىٰ غيرماهو متعارف بين الناس كان يكون مكتوبا على حائط اوورق شجر او بلاطة مثلاًفالكتاب الذی يكتب علىٰ هذه الصورة لغوولايعتبر حجة في حق صاحبه الاان نوى اواشهد علىٰ نفسه حين الكتابة (دررالحكام في شرح مجلة الحكام لعلى حيدرج ا ص ۶۹المادة ۶۹،الكتاب كالخطاب)

......ويتصل بالكنايات الطلاق بالكتابة ....فان كان مستبينا لكن لاعلىٰ رسم الرسالة والخطاب فانه ينوى فيه كا لكلام المكنى لايقع الا بالنية ....هذا اذا لم يكن خطاباًاو رسالة فان كان علىٰ رسم كتب الرسالة بان كتب امابعد يافلانة فانت طالق اوانت حر اواذاوصل اليک

کتابی فانت طالق فانه یقع به الطلاق والعتاق ولایصدق فی عدم النیة ،کما لو قال انت طالق ثم قال نویت من وثاق لایصدق فی القضاء لانه خلاف الظاهر..........ولو کتب الصحیح الیٰ امرأته بطلاقها ثم انکر الکتاب وقامت علیه البینة انه کتبه بیده فرق بینهما فی القضاء اما فیما بینه وبین الله تعالیٰ ان کان لم ینو به الطلاق فهی امرأته (فتح القدیر ملخصاً،فصل فی الطلاق قبل الدخول ج۳ ص۴۰۳)

......فکان الکنایة مااحتمل الطلاق وغیره فلزم ان یستفسرعن مقصوده به،اما اذاکانت حالة ظاهرة تفید مقصوده فان القاضی یعتبرها ولایصدقه فی ادعاء فانه ینصرف الی ما یخالف مقتضاهاوهی دلالة الحال فانها ممایحکم بارادة مقتضاها شرعاًکما فی البیع بالدراهم المطلقة فانه ینصرف الی غالب نقد البلد بدلالة الحال وکذا اذا اطلق الضرورة نیة الحج ینصرف الی نیة الحج الفرض،والحاصل ان النیةباطنة والحال ظاهرة فی المراد فظهرت نیته بها فلایصدق فی انکار مقتضاها بعد ظهوره فی القضاء واما فیما بینه وبین الله تعالیٰ فیصدقه اللّٰہسبحانه اذا نوی خلاف مقتضی ظاهر الحال فقول المصنف لایقع بها الطلاق الا بالنیة اوبدلالة الحال یحمل علی حکم القاضی بالوقوع اما فی نفس الامرفلایقع الابالنیة مطلقا،الاتریٰ ان انت طالق اذا قال اردت عن وثاق لایصدقه وفیما بینه وبین الله تعالیٰ هی زوجته اذاکان نواه (فتح القدیر،فصل فی الطلاق قبل الدخول،ج۳ص۳۹۷و۳۹۸)

......فان قلت الکتابة من الصریح او من الکنایة قلت ان کانت علیٰ وجه الرسم معنونة فهی صریح والافکنایة ،وان کتب علی الهواء اوالماء فلیس صریحا ولاکنایة وکذا لایقع بالنیة(ای الخالصة باللفظ والکتابة) وقدمناه (البحرالرائق باب الفاظ الطلاق ج۳ص۲۵۳)

......فان کان علیٰ وجه الرسم لایحتاج الی النیة ولایصدق فی القضاء انه عنی تجربة الخط ورسمها ان یکتب بسم اللّٰہالرحمٰن الرحیم امابعد(البحرالرائق ج۳ص۲۴۹)

......والثالث ان یکتب علی رسم کتب الرسالة طلاق امرأته اوعتاق عبده فیقع الطلاق والعتاق بهذا فی القضاء وان قال عنیت به تجربة الخط لایدین

فی القضاء لانہ خلاف الظاھر وھو نظیر مالو قال انت طالق ثم قال عنیت الطلاق من وثاق............ولو جحد الزوج الکتاب واقامت علیه البینة انه کتبه بیده فرق بینهما فی القضاء ،لان الثابت بالبینة علیه کالثابت باقراره (المبسوط للسرخسی ،کتاب الطلاق،باب طلاق الاخرس،الجزء السادس فی المجلد الثالث ص١٦٧)

......وعلیٰ ھذا لوان امرأة غاب عنها زوجها فاخبرھامسلم ثقة ان زوجها طلقها ثلاثا اومات عنها اوکان غیر ثقة فاتاھا بکتاب من زوجها بالطلاق ولاتدری انه کتابه ام لا الا ان اکبررأیها انه حق فلا بأس بان تعتد وتتزوج (المبسوط للسرخسی،الجزء العاشر فی المجلد الخامس ص١٨٧ ،کتاب الاستحسان،قبل باب الرجل یری الرجل یقتل اباہ اویرہ)

......فاماان کتب ذالک من غیر نیة فقال ابو الخطاب قدخرجها القاضی الشریف فی الارشاد علی روایتین احداھما یقع وھو قول الشعبی والنخعی والزھری والحکم لماذکرنا والثانية لایقع الابنية وھوقول ابی حنیفة ومالک ومنصوص الشافعی لان الکتابة محتملة فانه یقصدبھا تجربة القلم وتجوید الخط وغم الاھل من غیر نیة ککنایات الطلاق فان نوی بذلک تجوید خطه اوتجربة قلمه لم یقع لانه لونوی باللفظ غیر الایقاع لم یقع فالکتابة اولی واذا ادعی ذلک دین فیمابینه وبین اللہ تعالیٰ (المغنی لابن قدامة ج ٨ ص ٤١٢ فصل ذکر الخلاف فی وقوع الطلاق بالکتابة مطبوعه دارالبازمکة المکرمه)

محمد رضوان ۵/ ۷/ ۱۴۲۶ھ۔

دارالافتاء ادارہ غفران، چاہ سلطان راولپنڈی

ایک دارالافتاء سے اس مضمون کے جواب میں موصول شدہ تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ جناب کے مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے اور یہی دعا ہے۔

جناب کی طرف سے ماہنامہ ''التبلیغ'' کے ''علمی وتحقیقی سلسلہ'' کا پہلا شمارہ موصول ہوا جس میں ''طلاق بالکتابۃ والاکراہ'' کی تحقیق ذکر کی گئی ہے، اس پر دلی مسرت ہوئی کہ ماشاء اللہ آپ نے ایک ایسا سلسلہ شروع کیا ہے جس کی ایک عرصے سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی، مگر ملک بھر میں کہیں بھی یہ کام نہیں ہو رہا تھا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں ترقی اور کامیابی عطا فرمائیں اور جس مقصد کے لئے یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے اسے پورا فرمائیں اور آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

جہاں تک زیرِ بحث مسئلہ کا تعلق ہے مجموعی طور پر مجھے اس سے اتفاق ہے، البتہ چند باتیں قابلِ غور معلوم ہوتی ہیں۔

(۱)......طلاق المکرہ باللسان میں تلفظِ طلاق پر رضا نہیں ہوتی جبکہ ہزل میں کم از کم تلفظ پر رضا ہوتی ہے، اس سے بظاہر مسئلہ پر کوئی فرق تو نہیں پڑے گا، مگر پھر بھی غور ہو جانا چاہئے۔

(۲)......اس مسئلہ میں آپ کی تحقیق میں یہ موقف اختیا کیا گیا ہے کہ خروج عن المذہب کی اجازت نہیں اور مشکل کا حل یہ ہے کہ آہستہ سے استثناء کر لیا جائے اور اگر کسی کو اس مسئلہ کا علم نہ ہو تو شریعت جہالت کو عذر نہیں قرار دیتی۔

اس بارے میں عرض ہے کہ اگرچہ عمومی طور پر خروج عن المذہب کی اجازت نہیں ہونی چاہئے مگر بعض اوقات کسی شخص کے ذاتی حالات ایسے ہو سکتے ہیں کہ واقعۃً وہ معذور ہوتا ہے جبکہ طلاق کا فیصلہ کر دینے کی صورت میں وہ یا خاص طور پر اس کی بیوی بچے پوری زندگی ناقابلِ تحمل مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں کوئی گنجائش کا راستہ ہونا چاہئے، آپ نے یہ جو اصول بیان فرمایا ہے کہ شریعت جہالت کو عذر قرار نہیں دیتی یہ بذاتِ خود قابلِ تحقیق ہے کہ آیا یہ عام ہے کہ شریعت کسی بھی مسئلہ سے جہالت کو عذر قرار نہیں دیتی یا صرف ان مسائل کے ساتھ خاص ہے جن کا سیکھنا انسان کے لئے فرض وواجب ہے، اگر اسے عام قرار دیا جائے تو بہت خواص بھی ایسے مل جائیں گے جنہیں استثناء کا مطلب بھی معلوم نہ ہوگا کہ طلاق میں استثناء کیا ہوتا ہے، میرے ناقص خیال میں یہ آتا ہے کہ یہ اصول اُن مسائل کے ساتھ خاص ہونا چاہئے جن کا سیکھنا فرض یا واجب ہے، تبحر فی العلم مندوب ہے، جب اس سے جہالت پر آخرت میں کوئی سزا نہیں تو دنیا میں بھی کوئی

سزا نہیں ہونی چاہئے، اور اگر بالفرض مان لیں کہ شریعت جہالت کو عذر قرار نہیں دیتی تو یہ اس شخص کا قصور ہے اس کی سزا اسی کو ملنی چاہئے، اس کے بیوی بچوں کو تو نہیں ملنی چاہئے۔

(۳)......میرے خیال میں آپ کے دونوں رسالوں میں جو بحث کی گئی ہے اس کے باوجود مرسومہ اور غیر مرسومہ کا مفہوم واضح نہیں ہوا، میری فہمِ ناقص میں یہ آتا ہے کہ مرسومہ میں جہاں عرف وعادت کو دخل ہے وہاں کاتب، اندازِ کتابت کو بھی دخل ہے جس کی طرف خود لفظ رسم اشارہ کر رہا ہے، لہٰذا جیسے عرف وعادت سے دیگر احتمالات ختم ہو جاتے ہیں ایسے ہی اندازِ کتابت سے بھی ختم ہو سکتے ہیں لہٰذا اگر کسی نے عرف وعادت کے مطابق طلاق لکھی یا ایسے انداز سے لکھی کہ اس کے اس انداز سے واضح ہو گیا کہ وہ بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے کوئی دوسرا احتمال نہیں تو اسے مرسومہ قرار دے کر بغیر نیت کے طلاق واقع ہو گی، مثلاً کسی نے خالی کاغذ پر لکھا ''میں فلاں بن فلاں اپنی بیوی فلانہ بنتِ فلاں کو طلاق دیتا ہوں'' نیچے دستخط کر دیتا ہے یا نہیں تو بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس کا یہ انداز ہی بتا رہا ہے کہ اس کا مقصد مشق وغیرہ نہیں بلکہ طلاق دینا ہے ہاں اگر خالی کاغذ پر یہ لکھا ''طلاق، طلاق، طلاق'' یا ''طلاق دیتا ہوں'' یا ''بیوی کو طلاق ہے'' یا ''طلاق ہے'' تو اس انداز میں چونکہ مشق وغیرہ کا احتمال موجود ہے لہٰذا یہ غیر مرسومہ ہو گی اور بغیر نیت کے واقع نہ ہو گی۔

اس تفصیل کے مطابق مرسومہ اس طلاق کو کہیں گے جس میں کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جو طلاق کے معنیٰ کو متعین کر دے، خواہ وہ عرف وعادت ہو خواہ اندازِ کاتب ہو، خواہ دلالۃُ الحال ہو، اور غیر مرسومہ اس طلاق کو کہیں گے جس میں کوئی ایسا قرینہ نہ پایا جائے جو طلاق کے معنیٰ کو متعین کرے بلکہ تعیین کے لئے کاتب کی نیت کی ضرورت ہو۔

(۴)......جن عبارات میں طلاق بالکتابۃ کی صورت میں وقوعِ طلاق کے لئے مطلقاً نیت کو شرط قرار دیا گیا ہے مثلاً نمبر ۱۱ کے تحت ابنِ قدامہ کی عبارت ہے اس کے فائدے میں اس بات کی وضاحت بھی ہونی چاہئے تھی کہ اس سے مراد کونسی طلاق ہے جو عندالنیۃ واقع ہوتی ہے۔

(۵)......عبارت نمبر ۲۳ کے فائدہ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے ''عبارت نمبر ۲۳ سے مرسومہ سے

عند النیۃ وقوعِ طلاق کا ہونا معلوم ہوا‘‘بظاہر غیر مرسومہ ہونا چاہئے ،عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس کی اصلاح کرلی جائے۔

(۲)......آخر میں عرض ہے کہ متعلقہ مسئلہ کے بارے میں فقہاءِ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کی بھی کم ازکم ایک جامع عبارت آجائے تو بہتر ہوگا،اس سے علیٰ وجہ البصیرت مسئلہ پرغوراور فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

والسلام۔۲/۸/۱۴۲۶ھ

دارالافتاء..................

طلاق المکرہ اورطلاق بالکتابۃ کے بارے میں چند شبہات کا ازالہ

(ازطرف محمد رضوان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی ومحترمی مولانا مفتی............صاحب زیدمجدہٗ کے تفصیلی مکتوب سے قلبی بشاشت ہوئی ،اللہ تعالیٰ ان کو تفصیل سے رائے تحریر فرمانے پر جزائے خیرعطافرمائیں۔

طلاق المکرہ اورطلاق بالھزل میں فرق کا شبہ

(۱)......طلاق المکرہ باللسان میں تلفظِ طلاق پرعدمِ رضا اور ہزل میں کم ازکم تلفظ پر رضاء ہونے کے باوجود فقہائے احناف نے طلاق المکرہ باللسان کو معتبر مانا ہے اور حدیث میں مذکور ہزل سے طلاق المکرہ باللسان کے معتبر ہونے پر استدلال کیا ہے اور مذکورہ فرق والے شبہ کا جواب بھی دیا ہے،مندرجہ ذیل عبارات سے اس شبہ کا جواب واضح ہے:

وھذا اصل فی ایقاع طلاق المکرہ لانہٗ لمااستوی حکم الجاد والھازل فیہ وکانا انمایفترقان مع قصدھما الی القول من جھۃ وجود ارادۃ احدھما لایقاع حکم مالفظ بہ والآخر غیرمرید لایقاع حکمہ لم یکن للنیۃ

تاثیر فی دفعه وكان المكره قاصدا الى القول غير مريد لحكمه لم يكن لفقد نية الايقاع تاثير في دفعه فدل ذالک علی ان شرط وقوعه وجود لفظ الايقاع من مكلف والله اعلم (احكام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۴۸۳، باب المضارة فی الرجعة، بعد باب الخلع)

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال "ثلاث جدهن جد وهزلهن جد النكاح ، والطلاق والرجعة" فلماسوی النبی ﷺ فيهن بين الجاد والهازل ولان الفرق بين الجد والهزل ان الجاد قاصد الى اللفظ والىٰ ايقاع حكمه والهازل قاصدالى اللفظ غيرمريد لايقاع حكمه علمناانه لاحظ للارادة فی نفی الطلاق وانهماجميعامن حيث كاناقاصدين للقول ان يثبت حكمه عليهماوكذالک المكره قاصد للقول غيرمريد لايقاع حكمه فهوكالهازل سواء، ....فان قال قائل تساوی حال الجد والهزل فی الطلاق لايوجب تساوی حال الاكراه والطوع فيه لان الكفريستوی حكم جده وهزله ولم يستوحال الاكراه والطوع فيه ؟قيل له نحن لم نقل ان كل مايستوی جده وهزله يستوی حال الاكراه والطوع فيه ،وانماقلنا: انهٗ لماسوی النبی ﷺ بين الجاد والهازل فی الطلاق علمناانهٗ لااعتبارفيه بالقصد للايقاع بعد وجود القصد منه الى القول فاستدللنابذالک علىٰ انهٗ لااعتبارفيه للقصدللايقاع بعد وجودلفظ الايقاع من مكلف (احكام القرآن للجصاص ج۳ص ۲۵۰ و ۲۵۱، باب الاستعاذة سورة النحل ملخصاً)

فان قيل بين المكره والهازل فرق وهويبطل القياس وذالک لان المكره له اختيار فاسدوللهازل اختيار كامل والفاسد فی حكم العدم فلايلزم من الوقوع فی الهازل الوقوع فی المكره اجيب بان للهازل اختياراً كاملاً فی السبب امافی حق الحكم وهوالمقصود من السبب فلااختيارلهٗ اصلاًفكان اختيارالهازل ايضاًغيركامل بالنظرالى الحكم فكانامتساويين فكان اعتباراحدهمابالآخرجائزاً (العناية شرح الهداية علىٰ هامش فتح القدير ج۳ص ۳۴۵، ۳۴۶، طلاق المكره)

معذور شخص کے حق میں فیصلہ کرنے سے مشکلات کے پیش آنے کا مسئلہ

(۲)......آپ کا یہ فرمانا کہ:

”بعض اوقات کسی شخص کے ذاتی حالات ایسے ہو سکتے ہیں کہ واقعۃً وہ معذور ہوتا ہے جبکہ طلاق کا فیصلہ کر دینے کی صورت میں وہ یا خاص طور پر اس کی بیوی بچے پوری زندگی نا قابلِ تحمل مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں کوئی گنجائش کا راستہ ہونا چاہئے“

معذوری کا جواب تو خود فقہائے کرام نے دے دیا ہے اور طلاق المکرہ سمیت بہت سے احکام ایسے ہیں کہ ان میں متعلقہ شخص کو معذور و مظلوم قبول کرتے ہوئے حکم کو مؤثر مانا گیا ہے، البتہ معذوریت کا اثر بہت سے احکام پر اس شکل میں معتبر مانا گیا ہے کہ وہ عنداللہ ماخوذ نہیں ہوتا گویا کہ رفعِ اثم ہو جاتا ہے رفعِ حکم نہیں ہوتا۔

جہاں تک بیوی بچوں کے پوری زندگی نا قابلِ تحمل مشکلات کے شکار ہونے کا مسئلہ ہے تو یہ شکل تو بیوی بچوں کو ہر اس صورت میں پیش آ سکتی ہے جبکہ طلاق دینے میں متعلقہ شخص معذور نہ بھی ہو مثلاً آج کل جہالت، ناواقفیت اور غصہ کی حالت میں آناً فاناً تین طلاقیں دے دی جاتی ہیں اور بیوی بچے عمر بھر مظلومیت کا شکار رہتے ہیں، عوام الناس کی طرف سے یہاں بھی یہی اعتراض عام طور پر آج کل سامنے آتا رہتا ہے کہ اس میں اس کے بیوی بچوں کا کیا قصور ہے اس کی سزا بیوی بچوں کو کیوں دی جائے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”کسی فعل کا جرم و گناہ ہونا اس کے مؤثر ہونے میں کہیں بھی مانع نہیں ہوتا، قتلِ ناحق جرم و گناہ ہے مگر جس کو گولی یا تلوار مار کر قتل کیا گیا ہے وہ تو قتل ہو ہی جاتا ہے، اس کی موت تو اس کا انتظار نہیں کرتی کہ یہ گولی جائز طریقہ سے ماری گئی ہے یا ناجائز طریقہ سے، چوری کرنا باتفاقِ مذاہب جرم و گناہ ہے مگر جو مال اس طرح غائب کر دیا گیا وہ

تو ہاتھ سے نکل ہی جاتا ہے، اسی طرح تمام معاصی اور جرائم کا یہی حال ہے کہ ان کا جرم وگناہ ہونا اُن کے مؤثر ہونے میں مانع نہیں ہوتا'' (معارف القرآن ج۱ص۵۶۲)

لہٰذا یہ شبہ کہ جب آخرت میں کوئی سزا نہیں تو دنیا میں بھی کوئی سزا نہیں ہونی چاہئے دراصل محض ایک سطحی شبہ ہے جس کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا جاچکا کہ بہت سے امور میں آخرت میں مؤاخذہ نہیں مگر دنیوی اثر ان امور پر ضرور مرتب ہوتا ہے۔

اس شبہ کو اگر معتبر مانا جائے تو شریعت کے بے شمار احکام میں خلل واقع ہوجائے گا۔

ثم لایختلف بعد ذالک ان یکون الاکراہ ماموراً به او مباحا کمالایختلف حکم العتق والطلاق فی ذالک لان رجلاً لو اکرہ رجلاً علی طلاق او عتاق ثبت حکمهماعلیه وان کان المکرہ ظالماً فی اکراھه منهیاً عنه وکونهٔ منهیاً عنه لایبطل حکم العتق والطلاق عندناکذالک ماوصفنامن امرالاکراہ علی الاسلام (احکام القرآن للجصاص ج۱ص۵۵۰،باب الفرارمن الطاعون بعد باب الصلاۃ الوسطیٰ)

ملاحظہ فرمائیے کہ مندرجہ بالا عبارت میں مکرِہ کے ظالم اور منہی عنہ اوراس کے مقابلہ میں مکرَہ کے مظلوم ہونے کے باوجود طلاق کا حکم باطل نہ ہونے کی صراحت صاف موجود ہے۔

جہالت کے عذر ہونے نہ ہونے کی تحقیق

ﷺ......آپ کا یہ فرمانا کہ:

''بہت خواص بھی ایسے مل جائیں گے جنہیں استثناء کا مطلب بھی معلوم نہ ہوگا کہ طلاق میں استثناء کیا ہوتا ہے، میرے ناقص خیال میں یہ آتا ہے کہ یہ (جہالت کو عذر قرار نہ دیئے جانے والا) اصول اُن مسائل کے ساتھ خاص ہونا چاہئے جن کا سیکھنا فرض یاواجب ہے، تبحر فی العلم مندوب ہے، جب اس سے جہالت پر آخرت میں کوئی سزا نہیں تو دنیا میں بھی کوئی سزا نہیں ہونی چاہئے''

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اولاً تو اس انحطاط کے دور میں بہت سے عوام اور خواص کی دین سے جہالت کا یہ مسئلہ طلاق کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ بہت سے معروف ومشہور اور روزمرّہ پیش آنے

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

والے فرائض وواجبات سے جہالت کا بھی قریب قریب یہی حال ہے۔ دوسرے استثناء پر عمل کرنے کے لئے کسی کا استثناء کے لگے بندھے اصطلاحی معنیٰ سے واقف ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کی حقیقت سے واقف ہونا کافی ہے اور استثناء کی حقیقت سے عوام بھی واقف ہوتے ہیں چنانچہ قسم اور وعدے وغیرہ کے ساتھ انشاء اللہ کے ساتھ استثناء کرنے کا عوام میں بھی رواج ہے، وہ الگ بات ہے کہ ایسا کرنا کس حد تک جائز ہے۔ تیسرے فقہائے کرام نے جو حیلے اور تدابیر بیان فرمائی ہیں وہ ظاہر ہے کہ عمل کرنے اور نقصان یا گناہ سے بچنے کے لئے ہیں، استثناء کا مسئلہ بھی اسی حوالے سے ذکر کیا گیا ہے:

واذاارادان یطلق امرأته ولایقع طلاقهٗ ینبغی ان یستثنی وینبغی ان یکون الاستثناء موصولاملفوظاحتی ان المفصول لایعمل وکذاالمضمرفی قلبه لایعمل وکونهٗ مسموعاًهل هوشرط فقداختلف المشائخ رحمهم اللّٰه تعالیٰ فیه بعضهم قالوالیس بشرط وانما الشرط تصحیح الحروف و التکلم به وبعضهم قالواکونهٗ مسموعاًشرط والمسئلة معروفة فی کتاب الطلاق (هندیه ج٦ص٣٩٦)

دیکھئے اکراہ کے بغیر عام حالات میں طلاق کے حکم سے بچنے کے لئے استثناء کا حیلہ بیان کیا جارہا ہے اور اِکراہ میں تو استثناء کی معقول وجہ بھی ہوتی ہے۔

مُکرَہ کو طلاق سے بچنے کے لئے استثناء کے علاوہ اور بھی حل ہوسکتے ہیں، مثلاً فقہائے کرام نے بیان فرمایا ہے کہ اگر لفظِ طلاق سے "طلاق عن وثاق" کی نیت کرتا ہے اور عدد کو لفظِ طلاق کے ساتھ استعمال نہیں کرتا تو اس کی یہ نیت دیانۃً معتبر ہے لیکن مُکرَہ کی قضاءً بھی معتبر مانی گئی ہے، لوجود قرینة الاکراہ۔

ولونوی به الطلاق عن وثاق دین ان لم یقرنه بعددولومکرهاصدق قضاء ایضاًکمالوصرح بالوثاق اوالقید وکذالونوی طلاقهامن زوجهاالاول علی الصحیح خانیة (درمختار)(وفی الشامیة)(قوله صدق قضاء ایضاً) ای کمایصدق دیانةً لوجود القرینة الدالة علیٰ عدم ارادة الایقاع وهی الاکراه(ردالمحتارج٣ص٢٥١،باب صریح الطلاق)

(وفی تقریرات الرافعی)قال السندی ویفهم من کلام الرحمتی ان ذالک

اذالم یقرنہ بعدد والظاھران قرینۃ الاکراہ تؤیدمانواہ ولوقرن العدد خصوصاًاذاکان الظالم لایرفع یدہ عنہ الااذاقال ثلاثاً لئلاتبقیٰ لہ رجعۃ واللہ اعلم(تقریرات الرافعی ص ۲۱۴ مشمولہ رد المحتار ج۳)

ویوافقہٗ ماقدمہ الشارح اول الطلاق من انہٗ لونوی الطلاق عن وثاق دین ان لم یقرنہ بعدد ولومکرھاًصدق قضاء ایضاً (رد المحتار ج۳ص ۷۸۵، کتاب الایمان، مطلب النیۃ للحالف لوبطلاق اوعتاق)

اسی طرح طلاق کے تین الفاظِ مکررہ سے ایک کی نیت کرے تو یہ بھی دیانۃً معتبر ہے، یہ تدبیر بھی بوقتِ اکراہ استعمال کی جاسکتی ہے۔

کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دین (درمختارمع رد المحتار ج۳ص ۲۹۳)

جہاں تک شرعی مسئلہ سے جہالت اور ناواقفیت کو شرعاً عذر قرار نہ دینے کا مسئلہ ہے اس سلسلہ میں کتبِ فقہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر کسی شخص کی بڑی بیوی چھوٹی بیوی کو مسئلہ سے جہالت کی وجہ سے دودھ پلادے تو دونوں بیویاں شوہر پر حرام ہوجاتی ہیں، یہ مسئلہ بیان کرتے ہوئے فقہائے کرام لکھتے ہیں:

ولوعلمت بالنکاح ولم تعلم بالفسادلاتکون متعدیۃ ایضاًوھذامنا اعتبار الجھل لدفع قصد الفسادلالدفع الحکم(ھدایۃ، کتاب الرضاع)

(قولہٗ وھذامنااعتبارالجھل الخ)جواب سوال ھوان الجھل بالاحکام فی دارالاسلام عندکم لیس عذراًفقال ھذامنااعتبارالجھل لدفع قصد الفساد الذی ھوالمحصور الدینی لالدفع الحکم الذی ھووجوب الضمان غیرانہٗ اذاانـدفع قصد الفساد انتفی الضمان لانہٗ لایثبت الابثبوت التعدی کماقلنا،والتعدی بہٖ یکون ولایتصورقصدہٗ مع الجھل بماذکرنا فعدم الحکم لعدم العلۃ لاللجھل مع وجود العلۃ وبھٰذایندفع قول من قال تضمن اذاعلمت بالنکاح ولم تعلم ان الارضاع مفسدٌ لانھا لاتعذربجھل الحکم(فتح القدیر ج۳ص ۳۲۳، کتاب الرضاع)

(وفی العنایۃ)...... فان قیل الجھل بحکم الشرع فی دارالاسلام لیس بعذرفکیف جعل جھل المرأۃ بفساد النکاح عذراً فی حق عدم وجوب

الضمان علیھا: اجاب بقولہٖ وھذامنااعتبارالجھل لدفع قصد الفسادلالدفع الحکم وتقریرہٗ ان الحکم الشرعی وھووجوب الضمان یعتمد التعدی والتعدی انمایحصل بقصد الفساد والقصد الی الفساد انمایتحقق عند العلم بالفساد فاذاانتفی العلم بالفسادانتفیٰ قصد الفسادوکان اعتبارالجھل لدفع قصدالفسادلالدفع الحکم ،فان قلت دفع قصدالفساد یستلزم دفع الحکم فکان اعتبارالجھل لدفع الحکم ، قلتُ لزم ذالک ضمناًفلامعتبر بہٖ(العنایۃ شرح الھدایۃ علیٰ ھامش فتح القدیر، ج۳ص۴۲۳،کتاب الرضاع)

.....اسی طرح فقہائے کرام نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر باپ دادا کے علاوہ کوئی اور نابالغہ آزاد لڑکی کا نکاح کردے تو اس کے بالغ ہونے پر اس کو خیارِ بلوغ حاصل ہوگا، لیکن اگر وہ مسئلہ سے ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے مجلسِ بلوغ میں خاموش رہی اور وہ دارالاسلام میں ہے تو اس کا خیار باطل ہوجائے گا، حالانکہ خیارِ بلوغ ان فرائض میں سے نہیں ہے کہ جو دین کے لئے ضروری ہوں، اس لئے کہ دارالاسلام میں شرعی احکام سے جہالت عذر نہیں ہے۔

اس مسئلہ کے تناظر میں دیکھا جائے تو طلاق کے مسائل مخیّرہ سے کسی درجہ میں بھی کم نہیں، کیونکہ طلاق بالغ ہی کی واقع ہوتی ہے اور نکاح کے ساتھ طلاق کے احکام کا سیکھنا بھی ضروری ہوجاتا ہے، جبکہ مخیّرہ اسی وقت بلکہ اسی مجلس میں بالغ ہورہی ہے، اس سلسلہ میں عبارات درجِ ذیل ہیں:

واماالعلم بالخیارفلیس بشرط والجھل بہ لیس بعذرلان دارالاسلام دارالعلم بالشرائع فیمکن الوصول الیھابالتعلم فکان الجھل بالخیارفی غیرموضعہ فلایعتبرولھٰذالایعذرالعوام فی دارالاسلام بجھلھم بالشرائع بخلاف خیارالعتق فان العلم بالخیارھناک شرط والجھل بہ عذروان کان دارالاسلام دارالعلم بالشرائع والاحکام لان الوصول الیھالیس من طریق الضرورۃ بل بواسطۃ التعلم والامۃ لاتتمکن من التعلم لانھا لاتتفرغ لذالک لاشتغالھابخدمۃ مولاھابخلاف الحرۃ (البدائع الصنائع ج۲ص۳۱۶ ،فصل شرائط اللزوم،کتاب النکاح)

وانماالجھل لیس بعذرفی دارالاسلام فی الفرائض التی لابد لاقامۃ الدین منھالافی حیازۃ اجتھاد جمیع المجتھدین وفیہ نظرلان غیرالاب والجد

اذازوج الصغيرة بحرثم بلغت فان لهاخيارالبلوغ فان سكتت لجهلهابان لهاالخيار بطل خيارهالان الجهل فى دارالاسلام ليس بعذر مع انهٗ ليس من الفرائض التى لابد لاقامة الدين منها (العناية شرح الهداية مع فتح القدير ج٦ ص ٢٣٣،باب السلم ،السلم فى الجواهر)

ان هٰذاليس من باب النسيان بل من الجهل بحكم الشرع والجهل بحكم الشرع ليس بعذروالنسيان عذرالاترىٰ ان من ظن ان الاكل لايفطرالصائم فاكل بطل صومهٗ (البدائع الصنائع ج۵ص ۵٠،كتاب الذبائح والصيود،فصل فى بيان شرط حل الاكل فى الحيوان الماكول)

وجهلهٗ عذر فى دفع المأثم لافى اسقاط الواجب بعد تقررسببه (المبسوط للسرخسى، الجزء الثانى للمجلد الاول ص ٢٤٣،باب زكاة الابل،كتاب الزكاة)

ولايعذرفى ترك الترتيب بالجهل بوجوبهٖ وقال زفريعذربذالك ولنااِنهٗ ترتيب واجب فى الصلاة فلم يسقط بالجهل كالترتيب فى المجموعتين ولان الجهل باحكام الشرع مع التمكن من العلم لايسقط احكامهاكالجهل بتحريم الاكل فى الصوم (المغنى لابن قدامه ج ا ص ٦٤٢،كتاب الصلاة ،فصل ترك الترتيب بالجهل بوجوبه)

(وراجع للتفصيل شرح الحموى ج٣ص ٩ الفن الثالث ،الجمع والفروق)

البتہ درج ذیل اوراس جیسی دیگرعبارات میں غورکرکےاس مسئلہ کی مزید تنقیح وتحقیق باقی ہے،امید ہے کہ آپ اوردیگراہلِ علم حضرات اس پرغورفرمائیں گے۔

الجهل فى موضع الاشتهارليس بعذر (حاشية شيخ شلبى علىٰ تبيين الحقائق ج٣ص ٢٢٦ ، كتاب السرقة،فصل فى كيفية القطع واثباته)

والعوام لاعلم لهم باحكام المسائل المجتهد فيهافيلزم تفريق الصفقة علىٰ قولهما (العناية شرح الهداية علىٰ هامش فتح القدير ج۵ ص ٤٧٣، ٤٧٤،بيع الطعام والحبوب مكايلة ومجازفة ، كتاب البيوع)

هذه المسئلة مجتهد فيهالايعرف حكمهٗ كل فقيه فكيف العامى (الكفاية مع فتح القدير ج۵ ص ٤٧٤)

اورتبحر فی العلم بے شک مندوب ہے،مگرمندوب سے پہلے فرضِ عین اور پھر فرضِ کفایہ کا درجہ ہے،

ہر علاقہ میں ایسے علماء کا وجود اسی لئے فرضِ کفایہ قرار دیا گیا ہے کہ عوام کو جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو علماء سے حکم معلوم کرلیا جائے ورنہ تو عوام الناس کو نہ علماء ودارالافتاؤں کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت رہے گی اور نہ وہ اس کے مکلّف ہوں گے، کیونکہ علماء کی طرف فرضِ عین، فرضِ کفایہ بلکہ مندوب احکام تک کے لئے رجوع کیا جاتا ہے، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء کے وجود کا فرض کفایہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ ہر ایک کو عالم بننے کا مکلّف کرنے اور اس میں مشغول کرنے میں دینی ودنیوی کئی خرابیاں لازم آتی ہیں نہ کہ اس وجہ سے کہ عوام الناس ان احکام کے مکلّف ہی نہیں، فرضِ کفایہ کی خاص اصطلاح سے خود مفہوم واضح ہے، فرضِ کفایہ کا یہ درجہ علم کے اعتبار سے ہے نہ کہ عمل کے اعتبار سے، کیونکہ یہ علم کی اقسام میں سے ہے، اسی وجہ سے فرضِ کفایہ علم کے حصول کے متعلق فقہائے کرام لکھتے ہیں:

لان فعلہ مسقط للحرج عن الامة باسرھا وبترکہ یعصی المتمکنون منه کلھم(ردالمحتار ج ا ص ۴۳)

ولکثرة حاجة العامة (ایضاًص ۳۹)

فان لم یکن فی البلدة من یقوم بہ اشترکوا جمیعافی الماثم(طحطاوی علی الدر ج ا ص ۳۱)

پھر جن مسائل کا سیکھنا فرض یا واجب ہے ان کو بھی کسی خاص فہرست کے ساتھ محدود نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کا وجوب یا فرضیت بھی متعلقہ مسئلہ پیش آنے کے بعد سیکھنے اور حکم معلوم کرنے سے متعلق ہے مثلاً ہر ایک پر تجارت کے مسائل کا سیکھنا فرض یا واجب نہیں مگر جو شخص کہ اس شعبہ میں مصروف ومشغول ہو اسی طرح طلاق کے مسائل واحکام کا بھی معاملہ ہے، کہ نکاح میں مشغول ہونے والے پر طلاق کے مسائل واحکام کا سیکھنا واجب ہے اور حالتِ اکراہ میں طلاق کے وقوع وعدمِ وقوع کا علم ہمارے خیال میں زیادہ سے زیادہ فرضِ کفایہ میں داخل ہے اور اسی طرح استثناء وغیرہ کا مسئلہ بھی اور اگر بالفرض استثناء کا مبحوث فیہ مسئلہ مندوب علم میں بھی داخل مان لیا جائے تب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ علمِ مندوب کوئی مضر چیز تو ہے نہیں بلکہ مفید چیز ہے، جو شخص اس سے واقف ہوگا وہ مستفید ہو سکے گا اور جو واقف نہیں ہوگا وہ مستفید نہیں ہو سکے گا۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ علم کی فرضیت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''فرضِ کفایہ یہ ہے کہ علمِ دین میں تبحر حاصل کیا جائے ایسا کہ لوگوں کو احکامِ دین بتلا سکے اور ضعفاء کے شکوک واوہام کا ازالہ کر سکے اور مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کا جواب دے سکے (امداد الاحکام ج ا ص ۲۱۸)

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ علمِ شرعی کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علمِ شرعی کی تین قسمیں ہیں (۱) فرضِ عین (۲) فرضِ کفایہ (۳) مندوب۔ نماز روزہ وغیرہ کے مسائل کا علم فرضِ عین ہے اور ضروری فرائض وروزمرہ کے معاملات کے علم سے زائد علم حاصل کرنا فرضِ کفایہ ہے اور تعمق فی العلم مندوب ہے (احسن الفتاویٰ ج ا ص ۳۹۸)

فالافضل الاشتغال بالفقه لان حفظ القرآن فرض كفاية وتعلم مالابد من الفقه فرض عين قال في الخزانة وجميع الفقه لا بد منه قال في المناقب عمل محمد بن الحسن مائتى الف مسألة فى الحلال والحرام لابد للناس من حفظها اه وظاهر قوله وجميع الفقه لابد منه انه كله فرض عين لكن المراد انه لابد منه لمجموع الناس فلايكون فرض عين على كل واحد وانما يفترض عينا على كل واحد تعلم مايحتاجه لان تعلم الرجل مسائل الحيض وتعلم الفقير مسائل الزكوٰة والحج ونحو ذلك فرض كفاية اذاقام به البعض سقط عن الباقين ومثله حفظ مازاد على ما يكفيه للصلاة نعم قد يقال تعلم باقى الفقه افضل من تعلم باقى القرآن لكثرة حاجة العامة اليه فى عباداتهم ومعاملاتهم وقلة الفقهاء بالنسبة الى الحفظة تامل(ردالمحتار ج ا ص ۳۹)

(فى الدر)واعلم ان تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر مايحتاج لدينه وفرض كفاية وهو ما زاد عليه لنفع غيره ومندوبا وهو التبحر فى الفقه .

(وفى الشامية)من فرائض الاسلام تعلم مايحتاج اليه العبد فى اقامة دينه واخلاص عمله لله تعالىٰ ومعاشرة عباده وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلاة والصوم وعلم الزكوٰة لمن له نصاب والحج لمن وجب عليه والبيوع على التجار

لیحترز عن الشبهات والمکروهات فی سائر المعاملات وکذا اهل الحرف وکل من اشتغل بشئ یفرض علیه علمه وحکمه لیمتنع عن الحرام فیه اه وفی تبیین المحارم لاشک فی فرضیة علم الفرائض الخمس وعلم الاخلاص لان صحة العمل موقوفة علیه وعلم الحلال والحرام وعلم الریاء لان العابد محروم من ثواب عمله بالریاء وعلم الحسد والعجب اذ هما یاکلان العمل کما تاکل النار الحطب وعلم البیع والشراء والنکاح والطلاق لمن اراد الدخول فی هذه الاشیاء وعلم الالفاظ المحرمة اوالمکفرة ولعمری هذا من اهم المهمات فی هذا الزمان لانک تسمع کثیرا من العوام یتکلمون بما یکفرهم وهم عنها غافلون والاحتیاط ان یجدد الجاهل ایمانه کل یوم ویجدد نکاح امراته عند شاهدین فی کل شهر مرة اومرتین اذ الخطأ وان لم یصدر من الرجل فهو من النساء کثیر ....(قوله وهو مازاد علیه)ای علی قدر یحتاجه لدینه فی الحال............قیل فرض الکفایة افضل لان فعله مسقط للحرج عن الامة باسرها وبترکه یعصی المتمکنون منه کلهم ولاشک فی عظم وقع ماهذه صفته اه طوافی ونقل ط ان المعتمد الاول(ردالمحتار ج ا ص ۴۲و۴۳ملخصاً)

(فی الدر)وفرض کفایة وهومازادعلیه لنفع غیره ومندوباوهو التبحر فی الفقه .

(وفی الطحطاوی علی الدر)وفرض الکفایة اذا قام به البعض فی بلدة سقط عن الباقین فان لم یکن فی البلدة من یقوم به اشترکواجمیعافی المأثم ....(قوله لنفع غیره)ای من الجهال وانقاذهم من المهالک فلا بد من شخص یقوم بذلک اذ لوترک لضاع الناس(قوله مندوبا)ای مستحبا(قوله وهوالتبحر)ای التوسع(قوله فی الفقه)ای سواء کان لنفع غیره اولا کمطالعة المسائل التی لاتقع للعامة(حاشیة الطحطاوی علی الدر ج ا ص ۱۳ملخصاً)

درجِ ذیل عبارت بعد میں دستیاب ہوئی، اس کو بھی اس مرتبہ اضافہ میں شامل کیا گیا:

تعلم جمیع القرآن فرض کفایة وتعلم مالابدمن الفقه فرض عین.والاشتغال بفرض العین اولیٰ ،وهویفید ان تعلم باقی القرآن افضل من تعلم مازاد علیٰ قدرالحاجة من علم الفقه ، وفیه نظرلاستوائهما فی ان کلامن الزائد فرض کفایة،بل قدمنا من الخزانةقبیل بحث الغیبة ان جمیع الفقه لابد منه الخ

فراجعه ومفادهٔ ان تعلم الفقه افضل تامل .ثم رأيت التصريح به في شرح الشرنبلالية لان نفعه متعدتأمل (ردالمحتار، كتاب الحظروالاباحة،بعدفصل البيع ، فرع يكره اعطاء سائل المسجد الاذالم يتخط رقاب الناس)

مرسومہ وغیر مرسومہ کی تعریف

(۳)......مرسومہ وغیر مرسومہ کے بارے میں اب بھی ہمارا رُجحان اسی تفصیل کی طرف ہے جواس سے پہلے رسالہ کے آخر میں اجمالاً ذکر کی گئی ہے، ہمیں مرسومہ وغیر مرسومہ کی تعریف میں بنیادی چیز جوفقہائے کرام کی عبارات میں دستیاب ہوسکی ہے وہ معتاد اور غیر معتاد طریقے پر ہونا ہے،اس سلسلہ میں کچھ عبارات پہلے پیش کی جاچکی ہیں اور کچھ درجِ ذیل ہیں۔

(قوله مستبين)وهو صريح لايحتاج الى النية اه(قوله مرسوم)المقصود من المرسوم ان يكون على الوجه المعتاد في اظهارالامرعرفاً كالكتب المعنونة والمحاضر والسجلات والقصص ونحوها اه يحيى (قوله ومستبين غير مرسوم) وهو كناية فيحتاج الى النية اه(قوله لاعلى وجه الرسم)اى لاعلى وجه المعتاد في اثبات المقاصد كما يكتب على الكاغذ لتجربة المراداوالقلم اوالخط ونحوهااه (حاشية علامه شلبي علىٰ تبيين الحقائق ج٦ص٢١٨، ايماء الاخرس وكتابته ،مسائل شتى، كتاب الخنثىٰ)

(في الدر) كتب الطلاق ان مستبينا على نحو لوح وقع ان نوى وقيل مطلقاولو على نحوالماء فلا مطلقاولو كتب على وجه الرسالة والخطاب كان يكتب يافلانة .

(وفي الشامية)(قوله ان مستبينا)اى ولم يكن مرسوما اى معتادا وانمالم يقيده به لفهمه من مقابله وهو قوله ولوكتب على وجه الرسالة الخ فانه المراد بالمرسوم(ردالمحتار ج٣ص٢٤٦ مطلب في الطلاق بالكتابة قبل باب صريح الطلاق)

ثم اعلم ان هذافي كتابة غير مرسومة اى غير معتادة لما في التبيين وغيره الخ(ردالمحتار ج٦ص٧٣٤ مسائل شتى)

طلاق کے وقوع کا حکم لگانے کے لئے غیر مرسومہ کومرسومہ کا درجہ دینے کی ضرورت اس لئے نہیں کہ

فقہائے کرام نے مرسومہ کو صریح اور غیر مرسومہ کو کنائی قرار دیا ہے اور جس طرح بعض اوقات عند القرینہ کنائی الفاظ سے طلاق متعین ہو جاتی ہے مگر فقہائے کرام اس کے باوجود اسے صریح قرار نہیں دیتے بلکہ کنائی قرار دیتے ہیں اسی طرح مرسومہ کے صریح اور غیر مرسومہ کے کنائی ہونے کا معاملہ بھی سمجھ آتا ہے کہ قرائن وغیرہ کی صورت میں غیر مرسومہ سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر اس کے باوجود وہ رہتی غیر مرسومہ ہی ہے،

فیکون الحکم مشترکابین التلفظ والکتابة مع اقسامهما.

لیکن کیونکہ غیر مرسومہ وضع کے اعتبار سے کنائی نہیں بلکہ ملحق بالکنائی ہے، یعنیطلاق کی نیت وعدمِ نیت کے اعتبار سے اس کو کنائی کا درجہ حاصل ہے، اس لیے طلاق کے وقوع کے اعتبار سے اس کو وضعی کنائی کا درجہ دے کر بائن طلاق کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

جو بات آپ نے تحریر فرمائی ہے یہ بعض دیگر اہلِ علم حضرات نے بھی تحریر فرمائی ہے مگر اس کا کوئی ثبوت ہمیں فقہائے کرام کی عبارات میں نہیں مل سکا اگر آپ کے علم میں ایسا کوئی جزئیہ ہو تو ہمیں اس سے مطلع کیا جائے۔

(۴)......عند النیۃ وقوعِ طلاق کو اسی قسم کے ساتھ خاص مانا جائے گا جو غیر مرسومہ ہے، البتہ ابنِ قدامہ کی عبارت میں بندہ کو اس کی تفصیل موصول نہیں ہو سکی۔ فقہائے احناف کی واضح عبارات موجود ہونے کے بعد دیگر کتب میں اس کی تفصیل کی اتنی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

(۵)......صفحہ ۱۳ پر غمز عیون البصائر کی عبارت پر آنجناب کی توجہ دلانے پر غور کیا گیا، اس کی مکمل عبارت یہ ہے:

> فقال فی البزازية الكتابة من الصحيح والاخرس علىٰ ثلاثة اوجه: ان كتب على وجه الرسالة مصدراًمعنوناًوثبت ذالک باقراره اوبالبينة فكالخطاب وان قال لم انوبه الخطاب لم يصدق قضاءً وديانة وفی المنتقى انه يدين، ولوكتب علىٰ شيئ ليستبين عليه امرأته اوعبده كذا ، ان نوى صح والافلا،ولوكتب على الهواء اوالماء لم يقع شيئ وان نوى ، وان كتب امرأته طالق فهي طالق بعث اليهااولا (الاشباه والنظائر،مع شرح الحموى

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ج۳ص۱۲۲)

وفی شرح الحموی: قولهٗ: وان کتب امرأته طالق فهی طالق بعث الیهاا و لا ،یعنی اذانوی کمایعلم من قولهٖ ولو کتب علیٰ شیئ یستبین الخ(ایضاً حواله بالا)

اس لئے آپ کی تنبیہ صحیح ہے، اس عبارت میں مراد غیر مرسوم ہی ہے اور علمی وتحقیقی سلسلہ میں جو غیر مرسوم کے بجائے مرسوم تحریر کیا گیا ہے وہ ہماری کتابت یا فہم کی غلطی ہے۔ [۱]

(۲)......متعلقہ مسئلہ کے بارے میں مرسومہ وغیر مرسومہ ہونے کے اعتبار سے غیر فقہائے احناف کی کتب میں باوجود تلاش کے تفصیلی اور جامع عبارت موصول نہ ہونے کی وجہ سے غیر فقہائے احناف کی جامع عبارات نقل کرنے میں دشواری رہی ہے، البتہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی الاشباہ اور علامہ ابنِ قدامہ رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالہ سے جو عبارات اجمالی طور پر دستیاب ہوسکیں ان کو تحقیق میں تتمیماً للفائدۃ شامل کرلیا گیا تھا، انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس چیز کے مزید اہتمام کی کوشش کی جائے گی۔

جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء (محمد رضوان)

حاضرہ کے حق میں طلاق بالکتابۃ معتبر ہونے پر اکابر کی تائید

بحمداللہ تعالیٰ آج مورخہ ۲/ ۵/ ۱۴۲۸ھ بروز ہفتہ حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ (مفتی دارالعلوم دیوبند) کی ایسی تحریر نظر سے گذری، کہ جس سے ہمارے اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ مجلس میں موجود بیوی کو طلاق مکتوب واقع ہوجائے گی، اور حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ نے اپنی اس تحریر میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ وحضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے بیان کی ہے۔

نیز حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اپنی بیاضِ اشرفی میں اس تحریر کو بغیر کسی تنقید کے نقل فرمایا ہے، جب کہ حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ نے یہ تحریر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے ملاحظے

---

[۱] موجودہ ایڈیشن میں یہ اصلاح شامل کرلی گئی ہے۔محمد رضوان

کے لئے ہی ارسال کی تھی، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی طرف سے بھی اس کو تائید حاصل ہے۔ وہ تحریر مندرجہ ذیل ہے:

فائدہ فقہیۃ متعلقہ بالطلاق بالکتابۃ

از بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ بملاحظہ حضرت مخدومی مکرمی مولانا محمد اشرف علی صاحب مدفیضہٗ۔

عباراتِ کتبِ متعلقہ کتابتِ طلاق سے یہ ہی ظاہراً ثابت ہوتا ہے کہ:

حضورِ زوجہ فی المجلس کی صورت میں بھی طلاقِ مکتوب صریح وکنایہ واقع ہوجاوے، اگر غرض ایقاعِ طلاق ہو نہ تجربہ خط وغیرہ۔

نکاح میں چونکہ سماعِ شہود ایجاب وقبولِ زوجین کو شرط کیا گیا ہے، لہٰذا بصورتِ امکان سماعِ مکتوب کو لغو کہا جاوے تو ممکن ہے، اور طلاق میں اس کی حاجت نہیں۔

شامی کتاب الاقرار میں طلاق کو بھی دیگر دیون وغیرہ کے اقرار کی مثل باللسان وبالبنان دونوں طرح مساوی قرار دیا ہے، **فانہ کمایکون باللسان یکون بالبنان** درمختار، اور ظاہر ہے کہ کہ اقرار بالدیون اگر بالبنان ہو اور کاتب کو اقرار ہو کہ یہ تحریر میری ہے تو لزومِ دین میں تأمل نہ ہوگا، اگرچہ شامی نے مسائلِ شتی میں ایک عبارت اشباہ ونظائر سے یہ مفہوم ہونا ظاہر کیا ہے کہ ناطقِ حاضر میں کتابت کا اعتبار نہ ہو، مگر ظاہر اس کا یہ ہے کہ شہود، مجردِ تحریر وکتابت پر شہادت نہیں دے سکتے، کیونکہ مجردِ کتابت میں احتمال ہے کہ تجربۂ خط وغیرہ کے لئے لکھا ہو، الغرض راجح ومحقق یہ معلوم ہوتا ہے کہ **حاضرہ فی المجلس** کو بھی طلاق بالکتابۃ واقع ہوتی ہے اور جانبِ احتیاط بھی یہی ہے۔

حضرت مولانا محمود حسن سلمہٗ ومولانا انور شاہ کی بھی یہی رائے ہے۔

فقط والسلام

راقم عزیز الرحمٰن عفی عنہ، از دیوبند، ۱۴۔ ۱۳۳۰ھ بروز پنجشنبہ۔

(بیاضِ اشرفی صفحہ ۳۶، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

حضرت مولانا مفتی محمد زکریا اشرف صاحب زید مجدہٗ

(مکان نمبر 1395 گلی نمبر 14، 2-10-I، اسلام آباد)

محترم جناب حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ جناب بخیر وعافیت ہونگے، اور اپنے قیمتی اوقات کو علمِ نبوی کی تبلیغ اور تفہیم میں صرف فرمارہے ہونگے۔

(۱)......آپ کے ادارے کی طرف سے ماہنامہ التبلیغ کے علمی وتحقیقی سلسلے کا رسالہ موصول ہوا جس میں طلاق بالکتابۃ والاکراہ سے متعلق فقہی بحث کی گئی ہے۔

جہاں تک زیرِ بحث مسئلہ پر رائے دہی اور نقد کا تعلق ہے تو بندہ کو اس مسئلہ کے متعلق تحقیقاً کوئی شبہ یا اشکال نہیں ہے، مسئلہ عین صواب ہے، خصوصاً جبکہ دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے حضرات سے اس کی تائید ہوچکی ہے تو اس کے بعد تقلیداً بھی کسی شبہ یا اشکال کی گنجائش باقی نہیں رہی............

دعاؤں کی گذارش ہے۔

فقط والسلام

بندہ محمد زکریا اشرف

مکان نمبر 1395 گلی نمبر 14، 2-10-I، اسلام آباد

باسمہٖ تعالیٰ

ضمیمہ علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر (۱۶)

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (ق)

(تو غفلت میں تھا اس سے، اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اُٹھا دیا، تو آج تیری آنکھیں کھل گئیں)

کشفُ الغطاء

عن وقتِ

الفجر والعشاء

بجواب

کشفُ الغشاء عن اوقاتِ الفجر والعشاء

ادارہ غفران کے علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر ۱۶ میں شائع ہونے والے رسالہ ''صبح صادق و کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' پر ایک معترض صاحب کے اعتراضات و تنقیدات اور شبہات کا تحقیقی اور مفصّل و مدلّل جائزہ۔

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی